مِدحت

نعتیہ مجموعہ

واحِد نظیر

مِدحت

واحِد نظیر

زیرِ اہتمام
مکتبۂ صدف، پٹنہ

ناشر
کریٹیو اسٹار پبلی کیشنز، دہلی

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ

ISBN : 9789387884557

MIDHAT

Poetry collection (Naat)

By **Wahid Nazeer**

1st Edition 2019 Price: 98/-

نام کتاب : مِدحت

مصنف : واحد نظیر

پہلی اشاعت : ۲۰۱۹ء

صفحات : ۲۰۰

تعداد : ۵۰۰

سرورق : محمد مختار علی

کمپوزنگ : راغب علی جمالی(raj1taj@yahoo.com)

قیمت : ۹۸ روپے

ناشر : **کریٹیو اسٹار پبلی کیشنز، جامعہ نگر، دہلی، موبائل:9958380431**

مطبع : روشن پرنٹر: گلی تخت والی، چوڑی والان، جامع مسجد، دہلی

زیرِ اہتمام : **مکتبۂ صدف (بزمِ صدف انٹرنیشنل کا شعبۂ اشاعت)**

- ۲۰۲، ابو پلازا، این آئی ٹی موڑ، اشوک راج پتھ، پٹنہ:۸۰۰۰۰۶، بہار
- قادری منزل، چرچ روڈ، چندوارا، مظفر پور:۸۴۲۰۰۱، بہار

ملنے کے پتے

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، جامع مسجد (دہلی)
- بک امپوریم، اردو بازار، سبزی باغ، پٹنہ (بہار)
- یونیورسل بکس، حیدر آباد
- اقراء بک ڈپو، ممبئی
- مدنی بک اسٹور، بنگلور (کرناٹک)
- قادری بک ڈپو، مبارکپور

انتساب

والدہ ماجدہ

مخدومہ **قدیرہ خاتون** (مرحومہ)

کے نام

اللہ انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

آمین بجاہِ سید المرسلین

نعتِ نبی کے نون کا نقطہ بھی چھو سکے
کب یہ بساط قامتِ فکر و نظر کی ہے

قطعۂ تاریخِ انطباع 'مِدحت'

نتیجۂ فکر: واحد نظیؔر

آگ، پانی، باد، مٹی اور مَلک، جن و بشر
کیا پرندے، کیا چرندے، کیا شجر اور کیا حجر

گویا مرئی، غیر مرئی، آشکار و مستَتر
ہیں ثنا خوانِ نبی ، جو ہیں میانِ خشک و تر

مرضیِ خالق پتا ہے جملہ مخلوقات کو
ذکر سے محبوب کے، پیشِ نظر ہیں معتبر

گر چہ ناممکن ہے مِدحت شان کے شایان ہو
ہے مگر یہ سب کی کوشش، خوب سے ہو خوب تر

الغرضِ بہرِ سعادت، آسمانِ نعت میں
یہ نظیؔرِ ناتواں بھی کھولتا ہے بال و پر

مالکِ لوح و قلم تا عمر ہو یہ سلسلہ
سلکِ مِدحت میں پرونا فکر کے لعل و گہر

آئی ہاتف کی صدا ، قسمت پہ نازاں ہو نظیؔر
جاں نوازِ زندگی ہے مِدحتِ خیرالبشر

2019 ء

نعت کے شعر میں ڈھلتے نہیں یوں ہی الفاظ
روشنی حرف کے سینے میں اُتر جاتی ہے

فہرست

حمد و مناجات

گردشِ آسماں ہے تیرے نام 15

مخفی ہو یا ہویدا، اے مالکِ حقیقی 16

میرے اوراد و وظائف و دعا نام ترا 17

قلم وہ، مالکِ لوح و قلم عطا کر دے 19

نعت

علم و فضلِ مصطفیٰ ہے یوں خدائی شان لکھ 23

ابتدا، فہرست، عنواں، گوشوارہ، کچھ نہیں 24

سبھی علوم کی، سارے مطالعات کی روح 25

جب بھی احمد اور احد، اے کلکِ خوش رفتار لکھ 27

بات اور وہ بھی مصطفیٰ کی بات 29

وہ ذات ایسی کہ جن کی مدح و ثنا کو رب کی زباں مقدر 31

مدینے میں ہر اک عاشق کی آہیں بھیگی رہتی ہیں 32

نفس کی نغمگی، احساسِ شبنمی کا سچ	33
عشق ہے شاداں کہ ہوگا قبر میں اُن کا ورود	35
کہاں نگاہ ٹھہرنی تھی اور کہاں ٹھہری	36
یادِ نبی میں پھولی پھلی ہے، اب کے یوں پلکوں کی شاخ	37
سینے میں رنگ ونور کا چشمہ ابل گیا	38
اشارہ ہیں، عبارت ہیں محمد مصطفیٰ اپنے	39
اپنا ہے کیا جو گھر کا ہے مالک مکیں رہے	41
نبی کی مدح وثنا سے ہے اعتبار مرا	42
کیوں نہ اترائیں بھلا حرف ونوا آج کی رات	43
یقیں یہ کلمۂ طیب سے مجھ میں آیا ہے	45
پڑتا ہے جب بھی ذہن مرا اضطراب میں	46
فکر کے گیسو میں جب الفاظ کے شانے لگے	47
سہارا لاکھ لے کوئی فصاحت کا، بلاغت کا	49
کیا کوئی لکھّے عظمتِ دستارِ مصطفیٰ	51
بحرِ رحمت سے نبی کے ایک قطرہ چاہیے	53
ذکرِ ذی منزلت، ذی حشم، محترم	55
حوالے خود کو شہِ دوسرا کے رکھتا ہوں	56
اونچے اونچوں میں جو اونچا ہے وہی اونچا ہے	57
کچھ تو شایان ہوئی جاتی ہے	59
حاصل ہے مجھ کو درسِ ثنا اس نصاب سے	61
ہے خداوندی کرم نامِ نبی	63

بہرِ ثنا جو کھو گیا طیبہ کی نو بہار میں	65
مدحتِ شہ میں جو کلکِ نکتہ پرور جاگ اٹھا	67
ہے یہی قرآنِ ناطق صفحہ صفحہ بولنا	69
نبی کی لائی ہوئی روشنی سے واقف ہوں	70
مدح کے واسطے کوئی لفظ ملے لغات میں	71
وجود اپنا معطر، حیات روشن ہے	73
توحید، عشقِ احمدِ مختار کے بغیر	74
جب عطا سرکار کرتے ہیں سعادت کا گلاب	75
خیر چاہو تو رہو پیارے نبی کا ہو کر	77
حق دار بالیقیں وہی تاجِ شہی کا ہے	79
چکّر میں اے نظیرؔ نہ طولِ عمل کے آ	81
نادم ہیں، شرمسار ہیں اپنی خطا پہ ہم	83
جب نظر جانبِ دربارِ دگر جاتی ہے	84
نعت لکھ خود کو سرخرو کر لے	85
بلبل یہ تیری نغمہ طرازی	87
فکر، لعل و گہر ہو گئی	89
در سے یوں چمٹے کہ پیوندِ زمیں ہو جائے	91
نعت اپنے غیر کی پہچان ہے	93
جو دشمنِ رسول تھے وہ خوار ہو گئے	94
پھرا عشقِ نبی سے جب بشر آہستہ آہستہ	95
لگاتے ہونٹوں سے، آنکھوں سے، تاجِ سر کرتے	97

طوافِ گنبدِ خضریٰ میں جب افکار ہوتے ہیں 99
دبستانِ حسّان کا مبتدی ہوں 100
سبھوں پر ہے یکساں عطائے محمد 101
فکرِ رسا ہے مطلعِ انوار کی طرف 103
زباں سے اپنی کروں میں ادا مدینے میں 105
سر میں سودا ہے روئے انور کا 106
خدا نے آمنہ کے گھر عجب اُمّی اتارا ہے 107
مثلِ آئینہ تھے امی لقبی کے آگے 108
تھوڑی بہت جب نعت سمجھ میں آئی ہے 109
نعت گوئی کی کب اپنی اوقات ہے 110
ذاتِ رحمت بے کسوں کی چارہ جوئی کے لیے 111
خوش مقالی، تازہ کاری، حکمت و دانشوری 113
چھت کی طرح اے نیّرِ تاباں حضور ہیں 114
مدینے کے لیے جب بھی کوئی زائر نکلتا ہے 115
انبیا کے دل میں الفت ہے رسول اللہ کی 117
موم کی صورت ہے پتھر اپنا شیوہ چھوڑ کر 119
یہ فکر و فن کی بات نہ علم و ہنر کی ہے 120
چاند سورج میں روشنی ان کی 121
ظلم تھا، آشتی ہوگئی 122
بکھرے ہوئے ہیں جلوے والشّمس، والضحیٰ کے 123
تمھارے دل میں نبی کا خیال ہے کہ نہیں 125

ایک نظر ہم دیکھوں پر سرکار اگر ہو جائے گی 126

نبی کا شیر تھا کوفے میں خسروانہ گیا 127

نسخۂ تسخیرِ ظلمت ہے یہ اِس کو عام کر 129

نبی کی تم پہ عنایت نہیں تو کچھ بھی نہیں 130

مقدّر جاگ اٹھے فکر و نظر کی عید ہو جائے 131

مشکلیں نامِ نبی سے یوں مسخر ہو گئیں 133

اپنی ہستی کا چمن یوں شاد ہو آباد ہو 134

جاں نثاری کی انھیں کیسی ادا آتی تھی 135

جب ترجمانِ مدحتِ خیر البشر ہوئے 137

ہے رہتی یوں ہی نہیں دھوم دھام آنکھوں میں 138

کر حمدِ خدا، تجھ پہ ہے وہ مہرباں قلم 139

میں اپنی راہ روش پر ہوں شرمسار بہت 141

نہ راس آئے گی شاہوں سے رسم و راہ مجھے 143

جب بجھے عمرِ مختصر کا چراغ 144

مثلِ پروانہ طوافِ گنبدِ خضرا کریں 145

زیبِ لب ہیں یہی دعا کے گلاب 147

سب کے مطلوب و مدّعا ہیں آپ 149

شانِ مخلوق ہے، خالق کی ادا کی صورت 151

سفیرِ ابرِ رحمت لگ رہی ہے 152

راہ نہیں یہ پر خطر، گر ہو یہ ضابطہ اثاث 153

دنگ، حزبِ ملائکہ ہے آج 155

سلطنت ہے، نہ ہے شہی اچھی	157
ہے مثال ایسی کوئی ان کی عطا سے پہلے	158
یہ بات روزِ ازل سے فلک سمجھتا ہے	159
گر تیرگیِ کفر میں آشفتہ سری ہے	161
اے دل سنبھل، کہ گنبدِ خضرا ہے سامنے	162
لیتے جو دیکھا نامِ نبی برملا مجھے	163
ہجر میں طیبہ کے، یہ دِل مرغِ بسمل ہو نہ جائے	164
ورفعنا لک ذکرک	165
اللہ اکبر اللہ اکبر	167

نعت گوئی کیا ہے، شہرِ علم کا فیضان ہے!	صفدر امام قادری	169
پس منظر	واحد نظیر	189
تشکّر نامہ		199

حمد و مناجات

اور کس کو بقا میسر ہے
معنیِ جاوداں ہے تیرے نام

گردشِ آسماں ہے تیرے نام
یہ نظامِ جہاں ہے تیرے نام

گلشنِ بے اماں ہے تیرے نام
زندگی کا مکاں ہے تیرے نام

پتھروں کی خموشیاں تیری
قمریوں کا بیاں ہے تیرے نام

ہر جگہ توہی حاضر و غائب
یہ یقیں یہ گماں ہے تیرے نام

ساری خلقت ہے تیری صناعی
کیا زمیں کیا زماں ہے تیرے نام

اور کس کو بقا میسر ہے
معنیِ جاوداں ہے تیرے نام

ایک واحد نظیرؔ ہی کیا ہے
رونقِ کن فکاں ہے تیرے نام

●●

مخفی ہو یا ہویدا ، اے مالکِ حقیقی
ہر شے میں تیرا جلوہ ، اے مالکِ حقیقی

وہ حرف وہ نوا دے، وہ صوت وہ صدا دے
جو ہوں ثنا کو زیبا ، اے مالکِ حقیقی

ابرِ سیہ نے پھر سے سورج کو ڈھک لیا ہے
باطل کا سر ہے اونچا ، اے مالکِ حقیقی

میں ہوں خطا سراپا ، لیکن مرا وتیرہ
لا تقنطوا پہ تکیہ، اے مالکِ حقیقی

مانا ترے کرم کے لائق نہیں ہوں لیکن
بندہ ہوں تیرا بندہ ، اے مالکِ حقیقی

دنیا و آخرت میں واحد نظیر کو بھی
ہونے نہ دینا رسوا ، اے مالکِ حقیقی

●●

میرے اوراد و وظائف و دعا نام ترا
ہر عبادت کا ہے ماخذ اے خدا نام ترا

مصحفِ شب کا منور ہوا صفحہ صفحہ
ایسا مہتاب کی کرنوں نے لکھا نام ترا

آنا جانا مری سانسوں کا فقط اللہ ہو
کِھل گیا غنچہ کہ جیسے ہی لیا نام ترا

نامۂ رخ جو محرّر ہے خطِ ریحاں میں
دستِ فطرت نے ہے کیا خوب لکھا نام ترا

ہاتھ کے پنجوں کو دیکھوں تو ترا نام ملے
آئنہ دیکھوں تو چہرہ ہے بنا نام ترا

ایسے انداز سے اللہ لکھا کاتب نے
مئے عرفاں کی صراحی سا لگا نام ترا

پوری دنیا میں اذانوں کی صدا گونج اٹھی
جوں ہی کعبے سے چلی لے کے صبا نام ترا

روشنی ابر کے سینے میں تو ہی بھرتا ہے
بجلیاں کوندی ہیں اعلان ہوا نام ترا

ہر نفس جاری رہے حمد و ثنا تیری ہی
ہو دمِ نزع بھی سانسوں میں بسا نام ترا

منحصر تیرے کرم پر ہے خطا کار نظیرؔ
اس کا توشہ ہے فقط ربِ علیٰ نام ترا

●●

قلم وہ، مالکِ لوح و قلم عطا کردے
جو حرف حرف کو، آئینہ آئنہ کردے

پسند شاہ کی جس کو عطا، بقا کردے
ہمارے جذبوں کی تقدیر، وہ قبا کر دے

شعور بخش دے مولیٰ! نبی کی مدحت کا
میں بے ہنر ہوں، مجھے لائقِ ثنا کردے

خیال و فکر پہ بارش ہو، نور و نکہت کی
دل و دماغ کو، پُر کیف و پُر ضیا کردے

یہ التجا ہے کہ قرآن متن ہو اس کا
تو نعت لکھنے کو، مانندِ تحشیہ کردے

حدیث و قرآں کے ہوں عکس اپنے لفظوں میں
ہمارے شعروں کو، تفسیر زاویہ کر دے

جو شمعِ راہ تھے ، حسّان ابنِ ثابت کے
انھی نقوش کو، اپنا بھی رہ نما کردے

میں تیری حمد لکھوں، نعتِ مصطفیٰ لکھّوں
یہی شعار مرا، اے مرے خدا کر دے

ہمارے حصے میں بھی چند دُرِّ نا سفتہ
نظیؔر کو بھی ذرا بحر آشنا کر دے

●●

نعت

بشر سے مدحتِ محبوب جیسا کام لینا تھا
شرف اللہ نے یونہی نہیں بخشا نیابت کا

علم و فضلِ مصطفیٰ ہے یوں خدائی شان لکھ
پہلے الرحمٰن لکھ، پھر علم القرآن لکھ

کوئی شعبہ، کوئی گوشہ سب ہے ممنونِ کرم
زندگی لکھ، بندگی لکھ، دین لکھ، ایمان لکھ

آپ کی انگلی کے تابع چاند، سورج اور پہاڑ
اور اسی سے پھوٹتا ہے چشمۂ حیوان لکھ

لکھ کہ بادل دھوپ میں ہے سائبانی کے لیے
کنکری مشتِ عدو میں تابعِ فرمان لکھ

حاصلِ لوح و قلم ہے ذکرِ محبوبِ خدا
نعت لکھ جی جان سے ناعت اسی کو جان لکھ

حق ادا ہو ان کی مدحت کا نہیں ممکن مگر
جب بھی لکھ کوشش رہے یہ، شان کے شایان لکھ

جب نبی کے گھر کی عظمت تجھ کو لکھنا ہو نظیرؔ
اس درِ دولت کے ہیں جبریل بھی دربان لکھ

●●

ابتدا، فہرست، عنواں، گوشوارہ، کچھ نہیں
ماسوا مدحت کے ہستی کا شمارہ کچھ نہیں

وجہِ بخشش، باعثِ اعزاز نعتِ مصطفیٰ
فائدے دونوں جہاں کے اور خسارہ کچھ نہیں

اپنے منگتوں کو دیا اتنا کہ ان کے ہونٹ پر
بارِ دیگر، بازخواہی، پھر، دوبارہ، کچھ نہیں

جو ہو لاثانی سراپا، سچ ہے اُس کی مدح میں
اصلِ تشبیہہ و کنایہ، استعارہ، کچھ نہیں

حق بجانب ہیں اگر طیبہ کے ذرّے یوں کہیں
اپنے آگے مہر و مہ کوئی ستارہ کچھ نہیں

ہے بسا ان پُتلیوں میں، سبز گنبد کا جمال
کچھ نہیں، اب اے جہاں، تیرا نظارہ کچھ نہیں

نعت کا موضوع ہے، وہ بحرِ بے پایاں نظیرؔ
جس میں ہے وسعت ہی وسعت اور کنارہ کچھ نہیں

●●

سبھی علوم کی، سارے مطالعات کی روح
نبی کی ذات ہے اسرارِ کائنات کی روح

نہ کوئی پردہ، نہ دیوار اور نہ دوری ہے
ہے آج سکتے میں حدِّ تعیّنات کی روح

محبّ کے راز ہیں روح الامین کیا سمجھیں
حبیب سمجھیں حروفِ مقطّعات کی روح

حبیبِ حق نے، ہے اعلانِ حق کیا اب کے
قضا سے اب نہ بچے گی توہّمات کی روح

بھٹک رہے ہو عبث فلسفے کی وادی میں
نبی کا اسوہ ہے، علمِ الٰہیات کی روح

بغیر نورِ نبی رہ نہ پائی آدم میں
حیات مانگ کے زندہ ہے ذی حیات کی روح

جو مثلِ تاج ہے روشن تمام ناموں میں
وہ اسمِ پاک ہے شجراتِ طیبات کی روح

عبادتوں میں ہے لازم طریقِ مصطفوی
یہی ہے فرض کی ، سنت کی، واجبات کی روح

انھی کے ذکر سے آسانیاں مسلسل ہیں
پڑی ہے دائمی مشکل میں مشکلات کی روح

یزید ! جیت کی بھی روح سرنگوں تم سے
نبی کی آل سے ہے سربلند مات کی روح

رہے یہ روح نظیرؔ اُن کی نعت خوانی میں
قرار پائے قیامت میں یہ نجات کی روح

●●

جب بھی احمد اور احد، اے کلکِ خوش رفتار لکھ
میم لکھ واوین میں، قوسین میں اسرار لکھ

لکھ شبِ دیجور کو، تو عکسِ گیسوئے نبی
چودھویں کے چاند کو، عکسِ رخِ سرکار لکھ

تو خلیفہ ہے خدا کا اور خدا ناعت بھی ہے
تم پہ لازم ہے کہ نعتِ سیدِ ابرار لکھ

آرزو اپنی ہے بس لکھنا مدینے کا سفر
راہ میں مرضی ہے تیری پھول لکھ یا خار لکھ

کاتبِ قسمت جسے لکھنا ہو سلطاں لکھ مگر
میری قسمت میں غلامِ احمدِ مختار لکھ

لکھ بہ صد تفصیل شرحِ نعل و پاپوشِ نبی
اور جلی عنوان اس کا تاج لکھ ، دستار لکھ

اشک آنکھوں میں لبوں پر ربِ ھبلی امتی
اپنی امت سے نبی کو اس طرح ہے پیار لکھ

کلمہ گو شاعر ہے تو اور نعت ہی لکھتا ہی نہیں
کیا ہوا غیرت کو تیری توبہ استغفار، لکھ

زندگی واحد نظیرؔ آقا کے صدقے میں ملی
زندگی کا حق ادا کر مدحتِ سرکار لکھ

●●

بات اور وہ بھی مصطفیٰ کی بات
ہے نوازش، کرم ، عطا کی بات

روشنی ، چاندنی، ضیا کی بات
ہے اسی ذاتِ باصفا کی بات

کیا روش ، رنگ، طرز اور اسلوب
نعت میں جب ہو خود خدا کی بات

بات خاکِ درِ نبی کی ہے
دارو، درماں، دوا، شفا کی بات

چاند، سورج ، ستارے، مشک، گلاب
مصطفیٰ کی اک اک ادا کی بات

تاج، دستار، طرّہ، کلغی، کلاہ
بخششِ نعلِ مصطفیٰ کی بات

بات دل نے کہی خدا لگتی
حمدِ رب فخرِ انبیا کی بات

آئینہ پھر دکھا گئے پتھر
پھر چلی ان کے نقشِ پا کی بات

چھیڑ گیسو کی ، رخ کی بات نظیؔر
یعنی والیل والضحیٰ کی بات

••

وہ ذات ایسی کہ جن کی مدح و ثنا کو رب کی زباں مقدر
بشر سے تعریف کیا ہو ان کی ، ہے جس کا عجزِ بیاں مقدر

ظہور و ظاہر عیاں مقدر، نہیں ذرا بھی نہاں مقدر
عدو کے حق میں زیاں مقدر، بلال کا ضو فشاں مقدر

نظر میں منظر وہ روح پرور، کہ جاں لٹانے میں زندگی تھی
مگر یہ کرتا اجل گوارہ، تھا ایسا اپنا کہاں مقدر

خیالِ طیبہ ہے فرحت افزا، غمِ جدائی ہے روح فرسا
کبھی یہ لب ہیں تبسم افشاں، کبھی ہے اشکِ رواں مقدر

تو جو بھی چاہے جسے عطا کر، ہے تیری مرضی ہے تیرا سب کچھ
مری دعا ہے اے مالکِ جاں، نبی کا ہو آستاں مقدر

میں جن کے صدقے میں کھا رہا ہوں، ترانے ان کے ہی گا رہا ہوں
غلامی ان کی نصیب اپنا، ہوا ہے یوں مہرباں مقدر

ہے بزمِ کون و مکاں منور، نظیرؔ ذکرِ حبیب حق سے
میں چاند تارے لٹا رہا ہوں، لکھائے اب آسماں مقدر

●●

مدینے میں ہر اک عاشق کی آہیں بھیگی رہتی ہیں
ہو دریا پاس تو یوں بھی ہوائیں بھیگی رہتی ہیں

نبی کی نعت لکھتا ہوں تو پلکیں بھیگی رہتی ہیں
شجر کی جس طرح شبنم سے شاخیں بھیگی رہتی ہیں

یہ دامن اور آنکھوں کی نمی سب پر نہیں کُھلتی
دلِ عشّاق کے مصحف کی شرحیں بھیگی رہتی ہیں

خدا سے ہم کلامی میں بھی فکرِ امّتِ عاصی
وہ جب اٹھتے ہیں سجدے سے تو آنکھیں بھیگی رہتی ہیں

سمندر تو نہیں ہوتا مگر فیضان سے اس کے
سمندر کے جوانب کی فضائیں بھیگی رہتی ہیں

تمنائیں مچلتی ہیں شہا احرامِ مدحت میں
تری یادوں میں اشکوں سے یہ نعتیں بھیگی رہتی ہیں

ردائیں تان دیتے ہیں وہ سر پر ابرِ رحمت کی
نظیرؔ اپنی نوا کی جب قبائیں بھیگی رہتی ہیں

●●

نَفَس کی نغمگی، احساسِ شبنمی کا سچ
تصوّر ان کا ہے، اپنی شگفتگی کا سچ

حصارِ کن میں ہے جو کچھ بھی زندگی کا سچ
بیان کرتا ہے تخلیقِ احمدی کا سچ

شعاعِ چہرۂ انور سے نقرئی ہے صبح
ہے عکسِ زلفِ نبی شامِ سرمئی کا سچ

ہے کیا ہی عقدہ کشا مِثلُکُم کی آیت بھی
یہ کھول دیتی ہے، عرفان و الٰہی کا سچ

عمر نے لیتے ہوئے بوسہ حجرِ اسود کا
بتا دیا ہے ہمیں ، وجہِ دائمی کا سچ

ہے بوسہ گاہِ پیمبر یہ حلقِ شبّیری
فنا سمجھتی ہے، مہرِ ہمیشگی کا سچ

جبیں پہ اس کی ہے روشن حسین کا سجدہ
چمک رہا ہے جو دینِ محمدی کا سچ

نبی کے چاہنے والوں کو جو ستاتے ہیں
انھیں پتا نہیں سدِّ سکندری کا سچ

نجات اِس کو ملی واہمے کی وادی سے
ہے ان کی نعت کا مرہون شاعری کا سچ

رسول خوش ہوں، خدا خوش ہو، بس خوشی ہے یہ
نظیؔر اس کے سوا کچھ نہیں خوشی کا سچ

●●

عشق ہے شاداں کہ ہو گا قبر میں اُن کا ورود
اور خرد الجھی ہوئی ہے درمیانِ ہست و بود

کیا ہے توحید و رسالت یہ سمجھ میں آ گیا
جب نمازوں میں پڑھے میں نے تحیّات و درود

ہے عبادت ذاتِ حق کی اور طریقِ مصطفیٰ
ہر ادا مرہونِ منّت کیا قعود اور کیا سجود

چاند سورج پر تصرف اور کس کا ہے بتا
تو مشاہد روزِ اوّل سے ہے اے چرخِ کبود

ہم ہیں آدم زاد یہ حاصل رہا ہم کو شرف
وہ مکیں روزِ ازل سے اور مکاں اپنا وجود

نعت لکھنا، نعت پڑھنا ہے خداوندی کرم
اپنے بس میں کب ہے نطق و فکر کا بست و کشود

جو غلامِ مصطفیٰ ہیں ان کی نظروں میں نظیرؔ
ہیچ ہیں سب شان و شوکت ، کرّ و فر ، نام و نمود

●●

کہاں نگاہ ٹھہرنی تھی اور کہاں ٹھہری
ترے بغیر ہر اک منفعت زیاں ٹھہری

ثنا ہے اس کی قلم احتیاط لازم ہے
وہ جس رسول کی معراج لا مکاں ٹھہری

دیارِ سیدِ کونین تاج ہے اِس کا
یہی سبب ہے زمیں رشکِ آسماں ٹھہری

وہ جس سے خیمۂ اعدا میں حشر برپا ہو
ہمارے حق میں وہی نعت حرزِ جاں ٹھہری

اے آسمان اگر تو بہ ضد ہے گردش پر
نبی کی یاد ہمارا بھی سائباں ٹھہری

میانِ طالب و مطلوب کیا ترا واعظ
بساطِ عشق اگر ان کا آستاں ٹھہری

نظیؔر ماہِ نبوت کی یوں ضیا پھیلی
جماعت ان کے صحابہ کی کہکشاں ٹھہری

یادِ نبی میں پھولی پھلی ہے، اب کے یوں پلکوں کی شاخ
کہتی ہے دیدے کی پُتلی ، کاش کہ میں بھی ہوتی شاخ

ظاہر میں ناعت کا خامہ، آدھی ادھوری چھوٹی شاخ
چشمِ باطن دیکھ رہی ہے نیل گگن سے اونچی شاخ

کس کی آمد کے صدقے میں سوکھے پیڑ ہوئے پھل دار
غنچے بربط، پتے دف ہیں، مانندِ شہنائی شاخ

ذات وہ ایسی جس کے کرم کی، چھاؤں میں دنیا پلتی ہے
پیڑ گھنا وہ ایسا جس کی سارے جہاں میں پھیلی شاخ

اشیا کے جوہر کی ہو تقلیب ، تصرف ایسا ہے
موم کی صورت پتھر پگھلے ، کھودیتی ہے خشکی شاخ

●●

سینے میں رنگ و نور کا چشمہ ابل گیا
جب بھی خیال سوئے مدینہ نکل گیا

وادی خیال و فکر کی پر نور ہو گئی
جب سے چراغِ عشقِ نبی دل میں جل گیا

کل تک تھی بے کلی کہ کسی کل نہ چین تھا
اب نعت لکھ رہا ہوں تو سب کچھ بدل گیا

نامِ نبی کو میں نے وظیفہ جو کر لیا
طوفانِ غم تو آیا مگر پل میں ٹل گیا

نقشِ قدم کو دل میں بسانے کے واسطے
تاریخ جانتی ہے کہ پتھر پگھل گیا

تہمت لگے نہ عشق پہ ترکِ نماز کی
سورج غروب ہو کے دوبارہ نکل گیا

مدحِ نبی نظیرؔ کا جب سے ہے مشغلہ
آلامِ روزگار کا رستہ بدل گیا

●●

اشارہ ہیں، عبارت ہیں محمد مصطفیٰ اپنے
نہیں، اصلِ حکایت ہیں محمد مصطفیٰ اپنے

کنایے بے ردا ہوں اور صراحت گنگ ہو جائے
وہ اوجِ معنویت ہیں محمد مصطفیٰ اپنے

خیالوں کے طبق روشن ہوں، سانسیں گمگما اٹھیں
وہ احساسِ لطافت ہیں محمد مصطفیٰ اپنے

کھلا ہے علّم القرآن سے امّی کا یہ مطلب
سراپا علم و حکمت ہیں محمد مصطفیٰ اپنے

یہی لا ترفعوا اصواتکم سے صاف ظاہر ہے
رفعنا لک کی عظمت ہیں محمد مصطفیٰ اپنے

کلیم اللہ کی قربت نہیں معراج قربت کی
کمالِ قربِ وحدت ہیں محمد مصطفیٰ اپنے

زمانہ آج تک قاصر ہے ان کو جان پانے سے
عروجِ آدمیت ہیں محمد مصطفیٰ اپنے

ہمیں ہے ناز غربت پر گِلہ کیا بے مکانی کا
غریبوں کے لیے چھت ہیں محمد مصطفیٰ اپنے

بھلا واحد نظیر، الطاف صمدانی میں کیا رشتہ
ہمارے بیچ نسبت ہیں محمد مصطفیٰ اپنے

●●

اپنا ہے کیا جو گھر کا ہے مالک مکیں رہے
دل میں، نظر میں، جاں میں، جگر میں کہیں رہے

کوثر کا جام یوں ہو تو دو بالا لطف ہو
مٹّی درِ نبی کی ذرا تہہ نشیں رہے

مرقد ہو، پل صراط ہو، میدانِ حشر ہو
کیا خوف اُسے جو آپ کے زیرِ نگیں رہے

ایسا نہیں تو دل کا دھڑکنا فضول ہے
سینے میں دل رہے تو مدینہ گزیں رہے

خاکِ درِ رسول مِلے اور نہ مَل سکے
ایسی جبیں پہ خاک ، رہے یا نہیں رہے

مرنا بھی عید ہو جو نگاہوں کے سامنے
روئے جمال ، وقتِ دمِ واپسیں رہے

دیکھا دیارِ پاک تو بے ساختہ کہا
مولیٰ کرے نظیر کی جنت یہیں رہے

●●

نبی کی مدح و ثنا سے ہے اعتبار مرا
یہی ہے شاعری میری ، یہی شعار مرا

انھی کی بھیک سے شاہانہ ٹھاٹ باٹ مری
خوشا نصیب کہ منگتوں میں ہے شمار مرا

درود پڑھنے کی عادت ہے ہر نماز کے بعد
فرشتے کرتے ہیں اس وقت انتظار مرا

ہے میری آنکھوں میں خیرات سبز گنبد کی
خزاں رسیدہ چمن کھا لے کچھ اُدھار مرا

بنا ہے جن کے لیے کُل جہاں، میں اُن کا ہوں
ہے نقش، صفحۂ ہستی پہ پائیدار مرا

جبیں ہے پہرے میں لیکن اے دل اداس نہ ہو
ابھی جبینِ نظر پر ہے اختیار مرا

یہ کہہ کے 'واصفِ شاہِ ہدیٰ نظیر ہوا'
فرشتے اپنوں میں کرتے ہیں اشتہار مرا

●●

کیوں نہ اترائیں بھلا حرف و نوا آج کی رات
ادن منی کی بنے ہیں یہ قبا آج کی رات

بخششیں رب کی طلب سے بھی سوا آج کی رات
ناز کرتی ہے مقدر پہ عطا آج کی رات

ہے وہ او ادنیٰ کی نورانی فضا آج کی رات
درمیاں جو بھی تھا معدوم ہوا آج کی رات

التحیات اِدھر سے ہے، اُدھر سے ہے سلام
کیا ہی پیاری ہے محبانہ فضا آج کی رات

کوئی پردہ نہیں محبوب و محبّ میں حائل
ساری مخلوق پہ عقدہ یہ کھُلا آج کی رات

فرش تا عرش اک اک شے کی ہوئی ہے معراج
کس کے قدموں کی اُڑی دھول صبا آج کی رات

آج رفتار ہر اک شے کی ہوئی کیوں منسوخ
وقت حیراں ہے، کہاں کون چلا آج کی رات

ایک ہی پل میں سرِ عرش گئے ، آئے بھی
کیسے معذور نہ ہو فکرِ رسا آج کی رات

ہے یہ معراج غلاموں کے مقدر کی نظیؔر
ربِ ھبلی کی وہاں بھی ہے صدا آج کی رات

●●

یقیں یہ کلمۂ طیب سے مجھ میں آیا ہے
خدا کے بعد نبی کا بلند پایہ ہے

تصرفات یہ ادنیٰ ہیں ان کی انگلی کے
قمر دو نیم ہے سورج پلٹ کے آیا ہے

صفی ،کلیم ، ذبیح و خلیل و روح اللہ
کسی کو عرش پہ اللہ نے بلایا ہے

عدو کی مٹھی میں محصور کنکروں نے بھی
خدا گواہ کہ نعتِ نبی سنایا ہے

مجھے یقیں ہے ابھی موت آ نہیں سکتی
ابھی خدا نے مدینہ کہاں دکھایا ہے

وجودِ حضرتِ جبریل کی ہوئی معراج
جبیں کو تلووں سے مل مل کے جب جگایا ہے

رخِ نظیرؔ پہ عکسِ ملال ناممکن
نظیر سرورِ کونین کی رعایا ہے

●●

پڑتا ہے جب بھی ذہن مرا اضطراب میں
لکھتا ہوں نعت شانِ رسالت مآب میں

ظلمت نبی سے پہلے، اجالا نبی کے بعد
تاریخِ کائنات ہے بس دو ہی باب میں

جو اہلِ دل تھے دامنِ رحمت میں آ گئے
الجھی رہی نگاہِ خرد انتخاب میں

یہ دید کی گھڑی ہے نکیرین جایئے
ضائع نہ کیجیے وقت سوال و جواب میں

سانسوں کے زیر و بم میں نبی بس نبی نبی
مرقوم ہے یہی مرے دل کی کتاب میں

یہ تو ترا کرم ہے کہ ہم سرخرو ہوئے
ورنہ کہاں ٹھہرتے حساب و کتاب میں

انگشتِ مصطفیٰ کا تصرف ہے یہ نظیرؔ
جنبش ہوئی تو آئی شکن ماہتاب میں

●●

فکر کے گیسو میں جب الفاظ کے شانے لگے
ہم وفورِ بے خودی میں نعت نظمانے لگے

ان کی چوکھٹ سے سمجھنا تیرے نذرانے لگے
جب تصوّر میں تجھے طیبہ نظر آنے لگے

آیت آیت ان کی ہی سیرت کے جلوے منعکس
سورے، پارے سب انھی کے آئنہ خانے لگے

گرتے ہیں آنکھوں سے کیا دامن پہ موتی کی طرح
ہیں تعاقب میں مرے تسبیح کے دانے، لگے

نقش ہے کوئے مدینہ ، عکس ہے خلدِ بریں
چھوڑ کر ان کی گلی ہم کیوں کہیں جانے لگے

آپ کے قدموں میں تھا تو ٹھوکروں میں تاج تھا
آپ نے پھیریں نگاہیں لوگ ٹھکرانے لگے

مصطفیٰ کا در وہ نوری میکدہ ہے جس جگہ
چاند ، سورج اور ستارے جام و پیمانے لگے

اس میں کیا شک ہے کہ ہیں وہ رحمتہ اللعا لمین
جب غلامانِ نبی بھی فیض برسانے لگے

ہجرِ طیبہ میں مری آنکھوں کی کھیتی ہے ہری
شاخِ مژگاں میں ہے اب کے خوب دردانے لگے

کی تلاوت میں نے جب قرآن کی واحد نظؔیر
ہو گئے روشن تخیّل ، نعت نظمانے لگے

●●

سہارا لاکھ لے کوئی فصاحت کا، بلاغت کا
یہ ممکن ہی نہیں ہے حق ادا ہو ان کی مدحت کا

جہاں صوت و صدا، حرف و نوا معذور ہو جائیں
نبی کی ذاتِ باعظمت ہے وہ نقطہ نہایت کا

بشر سے مدحتِ محبوب جیسا کام لینا تھا
شرف اللہ نے یونہی نہیں بخشا نیابت کا

فرشتے میری میّت کو مدینے منتقل کر دیں
مرا دل ہے مدینے میں، ہوں باشندہ میں بھارت کا

زمانہ، سلطنت، سرحد، ہیں سب الفاظ بے معنی
احاطہ کیا کرے کوئی نبی کی بادشاہت کا

شہا تیری غلامی کی سند مل جائے کافی ہے
نہ میں حوروں کا شیدائی، نہ میں دیوانہ جنت کا

طلب سے پہلے طالب کی مرادیں پوری ہوتی ہیں
یہ وہ در ہے جہاں موقع نہیں منّت سماجت کا

ترا ذکرِ مسلسل ہی نجاتِ غم کا باعث ہے
ترا اسمِ گرامی ہے وظیفہ خیر و برکت کا

مجھے آنکھوں کی ویرانی سے اب وحشت سی ہوتی ہے
شرف حاصل ہو مجھ کو بھی مدینے کی زیارت کا

نظیؔر اتنا سمجھ لو آیتِ یحببکم اللہ سے
بغیرِ حبِّ احمد کچھ نہیں حاصل عبادت کا

●●

کیا کوئی لکھّے عظمتِ دستارِ مصطفیٰ
ہے تاج کائنات کا پیزارِ مصطفیٰ

رحلِ نظر پہ گنبدِ خضریٰ ہو اور کروں
میں بھی تلاوتِ درو دیوارِ مصطفیٰ

یہ صبح و شام ہوتی ہے یا کائنات پر
پڑتا ہے عکسِ گیسو و رخسارِ مصطفیٰ

مکّے میں دشمنانِ نبی ہیں تو کیا ہوا
ہیں منتظر مدینے میں انصارِ مصطفیٰ

امّت نے جس مقام پہ فریاد اُن سے کی
بروقت ہے لگا وہیں دربارِ مصطفیٰ

یہ شمس، یہ قمر، یہ ستاروں کی انجمن
در اصل سب ہیں پرتوِ رخسارِ مصطفیٰ

اُن کی غلامی جان سے، دل سے عزیز ہے
چھیڑو نہ ہم کو ہم ہیں نمک خوارِ مصطفیٰ

بادِ صبا بھی نعت کا موضوع بن گئی
چومے جو اس نے گیسوئے خمدارِ مصطفیٰ

بے شک ہماری موت ہے معراجِ زندگی
ہو گا نظیرؔ قبر میں دیدارِ مصطفیٰ

●●

بحرِ رحمت سے نبی کے ایک قطرہ چاہیے
ہم ہیں چھوٹے لوگ اور چھوٹوں کو کتنا چاہیے

ٹھیک ہے جنت کی خواہش بھی مگر اے زاہدو
پہلے جا کے شہرِ طیبہ دیکھ لینا چاہیے

اے طبیبِ وقت سن لے ہم ہیں بیمارِ نبی
اس سے کیا ہے ٹھیک جواب ٹھیک ہونا چاہیے

چاند سورج کے بنانے کا سبب اک یہ بھی تھا
آمنہ کے لال کو کوئی کھلونا چاہیے

کیوں نبی کے در پہ جائے کوئی مردہ دل بھلا
زندہ دل کو زندگی کے پاس جانا چاہیے

گنگ تھے لفظ و نوا ، معذور تھے کاغذ، قلم
جب بھی سوچا نعت پڑھنا ، نعت لکھنا چاہیے

نعت گوئی کے لیے پہلے نبی کے نام پر
ارضِ دل ، کشتِ تخیّل کا قبالہ چاہیے

حمد لکھنے کا سلیقہ سیرتِ سرکار میں
نعت گوئی کے لیے قرآن پڑھنا چاہیے

فکر کا رشتہ نبی کے ذکر سے قائم رہے
کچھ نظیرؔ اس روح کو بھی آب و دانہ چاہیے

●●

ذکرِ ذی منزلت، ذی حشم، محترم
فکر، گویائی، کاغذ، قلم ، محترم

محترم ذات کے ذکرِ با فیض سے
قلب و جاں محترم، چشمِ نم محترم

لمسِ پائے نبی سے تو معمور ہے
کوئے طیبہ ترے پیچ و خم محترم

میرے سرکار ہیں عرش و کرسی رسا
ہے عبث قصۂ جامِ جم محترم

دم بہ دم ذکر میں دم ہو مشغول جب
کیوں نہ اس دم کے ہوں زیر و بم محترم

کچھ تو ہو پیشِ رب شاعری کا جواز
کیجیے نعتِ احمد رقم محترم

نسبتِ فخرِ کون و مکاں سے نظیؔر
خود ہے یہ کلمۂ 'محترم' محترم

●●

حوالے خود کو شہِ دوسرا کے رکھتا ہوں
غمِ جہاں کو ملازم بنا کے رکھتا ہوں

میں چومتا ہوں نسیمِ سحر کی موجوں کو
درود کاندھے پہ بادِ صبا کے رکھتا ہوں

نصیب چمکے کسی دن جلوس فرمائیں
میں اپنے گھر کو مسلسل سجا کے رکھتا ہوں

مری نگاہ میں روشن ہے آیتِ تطہیر
نبی کی آل سے میں لو لگا کے رکھتا ہوں

خدا دعائیں مری سب قبول کرتا ہے
جو واسطے میں حبیبِ خدا کے رکھتا ہوں

نبی نے درس دیا ہے مجھے بھلائی کا
لبوں پہ اپنے اجالے دعا کے رکھتا ہوں

نظیرؔ نعت میں ناداری منھ چڑاتی ہے
اثاثے جتنے بھی حرف ونوا کے رکھتا ہوں

●●

اونچے اونچوں میں جو اونچا ہے وہی اونچا ہے
کلّیہ یہ ہے تو بس میرا نبی اونچا ہے

نام اللہ نے اونچا کیا ایسا ان کا
سلطنت کوئی ہو یا کوئی صدی اونچا ہے

اس لیے تاجِ رفعنا انھیں بخشا رب نے
شائبہ یہ نہ رہے تاجِ شہی اونچا ہے

ما سوا تیرے سرِ عرش نہ پہنچا کوئی
رتبہ کتنا ترا اللہ غنی اونچا ہے

اونچے دربار سے نسبت کا شرف اونچوں کو
چاہے وہ حبشی ہو یا ہو عجمی اونچا ہے

ان کی چوکھٹ پہ سلاطینِ جہاں کہتے ہیں
شاہی سے منصبِ جاروب کشی اونچا ہے

کیا ہوا گنبدِ خضریٰ ہے جو زیرِ افلاک
ناسمجھ یہ ہے تری کم نگہی اونچا ہے

بن کے جو مدحتِ سرکار کا پیکر ابھرے
حرف وہ چاہے جلی ہو یا خفی اونچا ہے

کس کی اوقات نظیرؔ ان کی ثنا لکھ پائے
آسمانوں سے بھی پیزارِ نبی اونچا ہے

●●

کچھ تو شایان ہوئی جاتی ہے
عاشقی جان ہوئی جاتی ہے

کُن کی تشریح کیے جا تا ہو ں
نعت عنوان ہوئی جاتی ہے

میں رفعنا لک ذکرک پڑھ لوں
فکر بے جان ہوئی جاتی ہے

نعت لکھتا ہوں نبی کی اور وہ
شرحِ قرآن ہوئی جاتی ہے

ہے غلامی کہ شہنشاہی یہ
رشکِ سلطان ہوئی جاتی ہے

اے نسیمِ سحری! سنتی جا
آہ طوفان ہوئی جاتی ہے

سانس چلتی ہے شہا رک رک کے
راہ سنسان ہوئی جاتی ہے

زندگی دیکھ ریاض الجنہ
کیوں پریشان ہوئی جاتی ہے

فرش وہ عرش سے بھی نازک تر
خلق حیران ہوئی جاتی ہے

شکلِ گستاخ نبی ہے گویا
روح ویران ہوئی جاتی ہے

اپنی ہستی سے انھی کے صدقے
جان پہچان ہوئی جاتی ہے

مدحتِ شاہ مرے حق میں بھی
مان کا پان ہوئی جاتی ہے

کیوں مدینے سے نظیرؔ آیا میں
جان ہلکان ہوئی جاتی ہے

●●

حاصل ہے مجھ کو درسِ ثنا اس نصاب سے
مشہور ہے جہاں میں جو ام الکتاب سے

صدقہ عطا ہو حضرتِ حسّان کا شہا
دربارِ عالی جاہ سے ، عالی جناب سے

جاتا ہے سوئے مرکزِ انوار، روز کیوں
مقدور ہو تو پوچھے کوئی آفتاب سے

لکھنا ہے خارِ گلشنِ طیبہ کی دل کشی
ہے رابطہ ضروری مسلسل گلاب سے

امی لقب وہی ہے ، وہی شہرِ علم بھی
اک روشنی ہے پھوٹ رہی ہے حجاب سے

میں نے بھی خاکِ طیبہ سے چہرہ سجا لیا
نکلا تھا ماہتاب اُدھر آب و تاب سے

نعتوں میں کچھ تو شانِ رفعنا کا عکس ہو
ہے تربیت ضروری خدا کی کتاب سے

دعویٰ نبی کے عشق کا ان کو بھی ہے جنھیں
مطلب ثواب سے ہے نہ ڈر ہے عذاب سے

آقا کو اپنی مثل کہے اور کہاں چلے
کھارے کو میٹھا کر کے دکھاؤ لعاب سے

ٹکڑے کرے جو چاند کے، سونا پہاڑ کو
نسبت نظیؔر کی ہے اسی شاہ ناب سے

●●

ہے خداوندی کرم نامِ نبی
دور کر دیتا ہے غم نامِ نبی

ہم فقیروں کی ہے سلطانی عجب
تاج و دستار و درم نامِ نبی

وردِ جاں ، وردِ نفس، وردِ نگہ
وردِ قرطاس و قلم نامِ نبی

نام سارے انبیا کے محترم
محترم سے محترم نامِ نبی

جب سے آنکھیں با سلیقہ ہو گئیں
لکھ رہی ہیں یم بہ یم نامِ نبی

صدقے جاؤں اے نفس کے زیر و بم
سن رہا ہوں دم بہ دم نامِ نبی

ہو گئی روشن بصیرت کی نگاہ
اہلِ دل کا جامِ جم نامِ نبی

عمر بھر کرتے رہے کاغذ سیاہ
حاصلِ لوح و قلم نامِ نبی

زیبِ جاں کیجیے نظیرؔ اس نام کو
ہے غریبوں کا بھرم نامِ نبی

●●

بحرِ ثنا جو کھو گیا طیبہ کی نو بہار میں
صدہا گلاب کھل اٹھے،لفظوں کے ریگ زار میں

پھولے نہیں سمائیں جو، زیبا ہے ان کے پھول کو
خوبی چمن گری کی ہے ، طیبہ کے خار خار میں

شایانِ شان کیا لکھے نعتِ نبی کوئی بھلا
ناعت ہے اس کا خودخدا، بندہ ہے کس شمار میں

وردِ درود کیجیے، پھر دیکھیے یہ معجزہ
کیسے نہاتی ہے فضا رحمت کے آبشار میں

ان کے تصورات میں رہنے دے مجھ کو واعظا
سُستا لیں ذہن و دل ذرا ، اشجارِ سایہ دار میں

نعتِ نبی کے باب میں لوح و قلم کے ہوش گم
لفظوں کے پیرہن ہوئے تبدیل تار تار میں

کوئے نبی ہے اے نفس ، ملحوظ اعتدال رکھ
ان کا غلام بھی کہیں پڑتا ہے خلفشار میں

یادِ نبی میں اشک جو چشمِ صدف نما میں تھے
گر کے وہی بدل گئے درہائے شاہوار میں

حضرت عمر کو ہے پتا، رکھتے ہیں کیسے مصطفیٰ
ایمانی سان کفر کی شمشیرِ آبدار میں

برسوں سے آس ہے لگی، شاہا ہو اذنِ حاضری
حاضر ہو یہ نظیؔر بھی، دربارِ با وقار میں

●●

مدحتِ شہ میں جو کلکِ نکتہ پرور جاگ اٹھا
دست بستہ صف بہ صف لفظوں کا لشکر جاگ اٹھا

آرزو دل میں، تڑپ سینے میں، آنکھوں میں امید
مصطفیٰ کے نور سے مٹّی کا یہ گھر جاگ اٹھا

اے مدینے کی فضائے جاں فزا المستغاث
اب نواحِ جسم و جاں میں شورِ محشر جاگ اٹھا

بات ناموسِ نبی کی اور تو ہے نیند میں
منتظر تیرے ہیں اب شمشیر و خنجر، جاگ، اٹھا

آپ کے قدموں کی برکت نے مدینہ کر دیا
کیسے یثرب کا نصیب اللہ اکبر جاگ اٹھا

موند لی تھیں حق نے آنکھیں جورِ باطل سے مگر
دیکھ کر اپنی حمایت میں بہتّر، جاگ اٹھا

نقشِ پا سینے میں پتھر کے یونہی روشن نہیں
وہ قدم بوسی کو خود بھی موم بن کر جاگ اٹھا

کفر کی آغوش میں بو جہل خود سوتا رہا
اور گواہی کے لیے بے جان کنکر جاگ اٹھا

نعت گوئی تو نظیؔر اللہ کا احسان ہے
جب ہوا اس کا کرم ذہنِ سخن ور جاگ اٹھا

●●

ہے یہی قرآنِ ناطق صفحہ صفحہ بولنا
پیارے پیارے مصطفیٰ کا چلنا ، پھرنا ، بولنا

لوگ چاہے جو بھی بولیں چاند کے ٹکڑوں کو تم
آمنہ کے لال کا ٹوٹا کھلونا بولنا

مصطفیٰ کے بولنے سے بولتی تھی کنکری
منکرو تم بھی اکیلے میں ذرا سا بولنا

ناپتے ہیں مشلکم سے جو بھی قدِّ مصطفیٰ
بھول کیوں جاتے ہیں وہ پھر لفظِ یوحٰی بولنا

عرش پر گونجے صدائے رب ھبلی امتی
اس کو کہتے ہیں غلاموں کا نصیبہ بولنا

نعت گوئی کیا ہے شہرِ علم کا فیضان ہے
ورنہ کس کا سوچنا ہے اور کس کا بولنا

اے نظیر آقا کی باتیں باادب باہوشیار
ہو نہ جائے ہو نہ ہو یہ بولنے کا بولنا

●●

نبی کی لائی ہوئی روشنی سے واقف ہوں
خدا کا فضل ہے میں بندگی سے واقف ہوں

انھی کا ذکرِ مسلسل خدا کو ہے مقصود
میں رازہائے دمِ دائمی سے واقف ہوں

نبی کی نعت میں پڑتا ہے سابقہ اکثر
میں علم و فضل کی بے مائیگی سے واقف ہوں

یہ در بچاتا ہے کتنے دروں کی ٹھوکر سے
فریب خوردہ نہیں آگہی سے واقف ہوں

مجھے یہ لگتا ہے جنت ہے دیکھی بھالی سی
مدینہ جب سے میں تیری گلی سے واقف ہوں

قصیدہ خوانی نبی کی مری سرشت میں ہے
خدا کی خاص عطا ہے خودی سے واقف ہوں

نظیؔر سیرتِ سرکار ہے نگاہوں میں
کرم ہے ان کا جو میں زندگی سے واقف ہوں

●●

مدح کے واسطے کوئی لفظ ملے لغات میں
خامہ بدست مستقل گم ہوں مناسبات میں

ان کے سوا بتایئے حلقۂ کائنات میں
کون ہے ہاتھ تھام لے بڑھ کے جو مشکلات میں

مجھ سے رقم ہو کیا بھلا ، مدح و ثنائے مصطفیٰ
ذکرِ جمیل آپ کا درج ہے محکمات میں

زیبِ نگاہ بھی رہا ، مشعلِ راہ بھی رہا
عکسِ جمالِ مصطفیٰ مرحلۂ حیات میں

ناقۂ لیلیِ صبا کاش کہ اپنی آہ ہو
بوسہ نبی کے در کا ہو اپنے بھی ممکنات میں

شعر و سخن ہے بار یاب نعتِ نبی کے باب تک
پہنچی نصیب سے فنا بارگہِ ثبات میں

ربِّ قدیر کی ثنا طور و طریق آپ کے
خوشبوئے سنتِ نبی فرض میں واجبات میں

ارض و سما کے ہر طبق ان کی ثنا کی جلسہ گاہ
تذکرۂ رسول ہے پے بہ پے شش جہات میں

قلبِ نظیرؔ پھیر دے میرے مسیح اس طرف
تاج نما جو نام ہے شجرۂ طیبات میں

●●

وجود اپنا معطر، حیات روشن ہے
لبوں پہ جب سے محمد کی بات روشن ہے

دل و جگر ہو کہ فکر و نظر، کہ جاں ہی ہو
ہر ایک طاق پہ قندیلِ نعت روشن ہے

یہ چاند تارے، یہ سورج ہیں بس نمائندے
نبی کے نور سے کل کائنات روشن ہے

ہے اپنی آنکھوں میں واللیل والضحیٰ کی ضیا
ہمارے واسطے دن ہو کہ رات روشن ہے

ہے مہرِ عشقِ نبی ثبت نامۂ دل پر
فنا سے کہہ دو کہ میرا ثبات روشن ہے

انھی کی یادوں نے یہ قمقمے سجائے ہیں
قطارِ مژگاں جو مثلِ قنات روشن ہے

خدا کو مدحتِ محبوب ہے پسندیدہ
نظیؔر نعت میں وجہِ نجات روشن ہے

●●

توحید، عشقِ احمدِ مختار کے بغیر
چھت کا گماں بھی جہل ہے دیوار کے بغیر

ہوش و خرد پہ اپنا بھروسہ فضول تھا
منزل ملی نہ مستیِ کردار کے بغیر

پیشِ نظر ہو آیتِ لاترفعوا مدام
گویا نہ ہو سلیقۂ اظہار کے بغیر

چہرے پہ صبح و شام کے ہوتی نہ تازگی
آقا کے عکسِ گیسو و رخسار کے بغیر

آباد اس زمیں پہ رہے کس طرح کوئی
دربار، بارگاہِ دُرربار کے بغیر

سورج ہر ایک شام کو دیتا ہے حاضری
بے نور ہے وہ منبعِ انوار کے بغیر

واحد نظیؔر مشقِ سخن ، شعر و شاعری
کارِ عبث ہے مدحتِ سرکار کے بغیر

●●

جب عطا سرکار کرتے ہیں سعادت کا گلاب
وادیِ افکار میں کھِلتا ہے مِدحت کا گلاب

کوفیو! کیا مٹ گیا باغِ رسالت کا گلاب
دیکھو ہر شاخِ لہو پر ہے امامت کا گلاب

کر لیا ناعت نے اس کو نعتِ احمد کی ردیف
کہہ دو اب صدقہ اتارے اپنی قسمت کا گلاب

لفظ، آیت، سورہ، پارہ، صفحہ صفحہ پنکھڑی
الغرض قرآن سر تا سر ہے سیرت کا گلاب

کیوں نہ باتوں میں مری شیرینیِ گل قند ہو
ناطقہ میں جب محلّل ہے عقیدت کا گلاب

مشکلیں تیری طرف دیکھیں تو مشکل میں پڑیں
اے حلیمہ گود میں تیری ہے رحمت کا گلاب

میں بلالی مشرب و مسلک سے ہوں، میرے لیے
خاکِ طیبہ کا ہر اک ذرہ ہے جنت کا گلاب

گلشنِ ایماں کو رکھّے تازہ جنت کی بہار
ہو جو ہونٹوں پر سلامِ اعلیٰ حضرت کا گلاب

مثلِ دنیا قبر میں بھی لب پہ ہو نعتِ نبی
جب نظیؔر آئے نظر آقا کی صورت کا گلاب

●●

خیر چاہو تو رہو پیارے نبی کا ہو کر
راستہ خلد کو جاتا ہے مدینہ ہو کر

ورفعنا لک ذکرک کی تلاوت سے اڑے
شاخِ افکار سے ہر لفظ پرندہ ہو کر

صرف اک بار مدینے کی زیارت کر لوں
ہو رہے پھر جو مقدر میں ہے 'ہونا ہو کر'

معجزہ یہ ہے کہ زنجیر سے جنبش نہ گئی
اور نبی آ بھی گئے عرشِ معلّیٰ ہو کر

کیسے اللہ کے محبوب کی مِدحت نہ کرے
آدمی دنیا میں اللہ کا خلیفہ ہو کر

کارِ تخلیق کی ان سے ہی ہوئی بسم اللہ
آئے جو بابِ نبوت کا تتمہ ہو کر

روئے قرطاس پہ کھلتے رہیں نعتوں کے گلاب
ارضِ تخئیل رہے ان کا قبالہ ہو کر

کاسۂ فکر میں قسمت سے نظیرؔ آتے ہیں
نعت کے شعر زکوٰۃِ ورفعنا ہوکر

●●

حق دار بالیقیں وہی تاجِ شہی کا ہے
جاروب کش جو پیارے نبی کی گلی کا ہے

یہ حرف، یہ نوا، یہ صدا، آپ کا کرم
ورنہ ہنر کسے یہاں شیشہ گری کا ہے

حیرت کی بات کیا جو جھڑیں منھ سے میرے پھول
میرے لبوں پہ اسمِ گرامی نبی کا ہے

ہم عاشقِ نبی کا عقیدہ وہی ہے جو
بو بکر کا، عمر کا، غنی کا، علی کا ہے

ہے خوگرانِ لندن و پیرس کو کیا خبر
معیارِ شہر صرف مدینہ نبی کا ہے

رہنے دو تم نہ سمجھو گے اسرارِ **مشــلــکـم**
یہ امتحاں شعور کی بالیدگی کا ہے

کیا مصطفیٰ سے زیادہ تجھے جان ہے عزیز
مردہ ہے تو فریب تجھے زندگی کا ہے

واحد نظیؔر پر ہو نگاہِ کرم حضور
یہ بھی غلام ابنِ غلام آپ ہی کا ہے

●●

چکّر میں اے نظیرؔ نہ طولِ عمل کے آ
یہ کوچۂ حبیب ہے پلکوں سے چل کے آ

نخوت، انا، غرور، رعونت، ریا، خودی
اس بارگاہِ ناز میں سب کو کچل کے آ

ہستی میں کر لے جذب لطافت تمام تر
دربار میں جو پرتوِ حسنِ ازل کے آ

بے کار ہی تو میرے مقابل ہے ماہتاب
چہرے پہ خاکِ کوئے نبی پہلے مل کے آ

پروانہ وار شمعِ رسالت پہ ہو نثار
عاشق عدو کے سینے پہ یوں مونگ دل کے آ

تیرا نگاہِ عشق سے بچنا محال ہے
چاہے ہزار چہرے منافق بدل کے آ

پتھر سے کچھ تو عشق کے آداب سیکھ لے
قدموں میں ان کے موم کے سانچے میں ڈھل کے آ

اعدا نثار ہونے کو کہتے ہیں شرک ہے
دھوکے میں دل نہ تو سخنِ بے محل کے آ

خونِ جگر ! ہے نذر کہاں ہونا دیکھ لے
موتی کی طرح آنکھ کی سیپی میں پل کے آ

قسمت سے میں ابھی ہوں دیارِ رسول میں
احسان ہو گا مجھ پہ فرشتے اجل کے آ

واحد نظیؔر کعبے کا کعبہ ہے سامنے
سانسوں کو اعتدال میں کر لے سنبھل کے آ

●●

نادم ہیں ، شرمسار ہیں اپنی خطا پہ ہم
قانع بھی رہ نہ پائے نبی کی رضا پہ ہم

اے جاں فزا فضائے مدینہ تجھے سلام
مصرع یہ روز رکھتے ہیں دوشِ صبا پہ ہم

ایمان اپنا آیتِ لاتقنطوا پہ ہے
مولا بھروسہ رکھتے ہیں تیری عطا پہ ہم

ممکن نہیں کہ ٹھہریں حساب و کتاب میں
ہاں منحصر ہیں شافعِ روزِ جزا پہ ہم

والشّمس والضحیٰ کی ضیا ہے نگاہ میں
حاوی رہے ہیں وقت کی کالی گھٹا پہ ہم

ایسی کہاں بساط لکھیں نعتِ مصطفیٰ
قادر کہاں ہیں قدرتِ حرف و نوا پہ ہم

نظروں میں یہ نظارہ کسی دن نظیرؔ ہو
لب پر ہو نعت اور ہوں درِ مصطفیٰ پہ ہم

●●

جب نظر جانبِ دربارِ دگر جاتی ہے
دل کی تسکین بغاوت پہ اتر جاتی ہے

نور افگن ہے مدینے کا تصور کتنا
کہکشاں فکر کے گردوں پہ بکھر جاتی ہے

یوں سمیٹے ہوئے گلہائے جہاں کی خوشبو
حسبِ معمول صبا روز کدھر جاتی ہے

رحمت و نور کی بارش میں نہا جاتا ہوں
ذکر سے ان کے مری روح نکھر جاتی ہے

جس جگہ ہوتی ہے محبوبِ خدا کی مدحت
اس جگہ ٹولی فرشتوں کی ٹھہر جاتی ہے

نعت کے شعر میں ڈھلتے نہیں یونہی الفاظ
روشنی حرف کے سینے میں اتر جاتی ہے

چشمِ تر ہے کہ نظیؔر اور فزوں تر دایم
ورنہ چڑھتی ہوئی ندّی بھی اتر جاتی ہے

●●

نعت لکھ خود کو سرخرو کر لے
چارۂ عز و آبرو کرلے

ان کی سیرت پرو لے سینے میں
جامۂ زندگی رفو کر لے

جاں فزا صرف کوئے طیبہ ہے
خود کو جتنا بھی کو بہ کو کر لے

کاش! طیبہ میں موت آئے اور
خود کو یہ جسم قبلہ رو کر لے

اب در و بام کی تلاوت ہے
پڑھ درود آنکھ با وضو کر لے

تیرا سر، ان کا در ہیں دونوں جب
دل جو کہتا ہے آج تو کر لے

عشق رگ رگ میں ہے نہ جائے گا
کوششیں لاکھ اے عدو کر لے

جامِ کوثر نہ دیکھ! ساقی کی
چشمِ مے پاش کو سبو کر لے

آنکھ بنجر ہوئی نظیؔر اب کے
دل بچا ہے اسے لہو کر لے

●●

بلبل یہ تیری نغمہ طرازی
مدحت نہیں جب کیا جاں گدازی

زَلّہ ربائے خوانِ ثنا سب
سعدی و رومی ، جامی و رازی

ہم ہیں کہ پیہم مائل بہ عصیاں
وہ ہیں کہ دائم ذرّہ نوازی

عشقِ محمد دل میں نہیں جب
کیا زہد و تقویٰ، کیا پاک بازی

امت پہ آقا پپتا پڑی ہے
اس پر مسلط بے رحم نازی

ہم تو اسی کے قابل ہیں لیکن
چھوٹوں سے شاہا کیا بے نیازی

احسان سب پر پیارے نبی کا
اہلِ عجم ہوں یا ہوں حجازی

گیسوئے اطہر، روئے منور
صبح و مسا ہوں جیسے موازی

واحد نظیرؔ اس نکتے کو سمجھو
نعتِ نبی سے ہے سرفرازی

●●

فکر، لعل و گہر ہو گئی
نعتِ خیرالبشر ہو گئی

یاد میں ان کی میں کھو گیا
موجِ غم بے اثر ہو گئی

نورِ احمد سے ہستی مری
خاکِ مطلق تھی، گہر ہو گئی

ذات سرکار کی ضو فشاں
رشکِ شمس و قمر ہو گئی

صلح جو ظاہراً تھی شکست
وجہِ فتح و ظفر ہو گئی

چوم کر ان کی چوکھٹ صبا
محترم سر بہ سر ہو گئی

فکر اک پل میں پہنچی کہاں
نازشِ بال و پر ہو گئی

نعت آقا کی واحد نظیؔر
نغمۂ بحر و بر ہو گئی

●●

در سے یوں چمٹے کہ پیوندِ زمیں ہو جائے
سرخرو اپنی نگاہوں کی جبیں ہو جائے

جس مدینے کی قسم کھائی ہو اللہ نے خود
حق ہے جو نازگہِ عرشِ بریں ہو جائے

والضحیٰ جس کے لیے خالقِ کونین کہے
کیوں نہ اس رخ پہ فدا ماہِ مبیں ہو جائے

قبر کے، حشر کے، وعدے پہ ہوں قانع لیکن
جب وہاں ہونا ہے دیدار یہیں ہو جائے

سمجھو بو جہل سے رشتہ ہے یقیناً اس کا
سن کے جو مدحِ نبی چیں بہ جبیں ہو جائے

شاہی ایوان کی رونق پہ ابھی بات نہ کر
میرا سلطان مرے دل میں مکیں ہو جائے

غیر ممکن ہے کہ آفات اُسے چھو بھی سکیں
شاہِ کونین کے جو زیرِ نگیں ہو جائے

خوانِ حکمت سے مرے شاہ کے نسبت پا کر
نازشِ نغزِ غذا نانِ جویں ہو جائے

کس کی اوقات ہے جو لائے شہِ دیں کی نظیرؔ
آنِ واحد میں کوئی عرش نشیں ہو جائے

●●

نعت اپنے غیر کی پہچان ہے
آزمودہ نسخۂ حسّان ہے

جس کی خوشبو آتی تھی سرکار کو
اپنا پیارا ملک ہندستان ہے

اسوۂ سرکار شرحِ دینِ حق
عشق ان سے، دینِ حق کی جان ہے

ہے رضائے مصطفیٰ، رب کی رضا
یہ عقیدہ ہے مرا ایمان ہے

بعدِ رب زیبا اُنھیں تعریف سب
نعت لکھنا اس طرح آسان ہے

ہے چٹائی جس کی مسند فرش پر
عرش پر اللہ کا مہمان ہے

ذکر ان کا اعلیٰ ارفع ہے نظیرؔ
اس کی بابت آیتِ قرآن ہے

●●

جو دشمنِ رسول تھے وہ خوار ہو گئے
شاہانِ وقت، ان کے وفادار ہو گئے

حالات خود حریفِ شبِ تار ہو گئے
ظلمت کے جتنے حربے تھے بے کار ہو گئے

بخشا مرے رسول نے وہ طرزِ زندگی
صحرا کے گاؤں شہر کا معیار ہو گئے

فیضانِ مصطفیٰ کی یہ زندہ مثال ہے
موضوعِ نعت گنبد و مینار ہو گئے

خیرات شہرِ علم کی چوکھٹ سے مل گئی
الفاظ اپنے لائقِ اظہار ہو گئے

تشریحِ مارَمیتَ سے یہ بھی ہنر کھلا
حمدِ خدا میں نعت کے اشعار ہو گئے

منگتوں کو یوں نظیؔر شہنشاہ نے دیا
جو تھے فقیر وہ بھی دُرر بار ہو گئے

●●

پھرا عشقِ نبی سے جب بشر آہستہ آہستہ
زمانے میں ہوا نامعتبر آہستہ آہستہ

تلاوت کیجیے قرآن کی شاید کہ آ جائے
نبی کی نعت لکھنے کا ہنر آہستہ آہستہ

شہنشاہا! اس امت کو ہدایت کی ضرورت ہے
کہ خیرو شر ہوئے شیروشکر آہستہ آہستہ

وہاں سانسوں کے زیروبم پہ بھی آداب لازم ہیں
فرشتے بھی جہاں پھیلائیں پر آہستہ آہستہ

مرے رونے پہ ہنسنے والو تجھ کو رشک آئے گا
یہ قطرے ہوں گے جب لعل و گہر آہستہ آہستہ

ہوئی جنبش لبوں پر اور مدد کو آگئے آقا
غلط ہے ان کو ہوتی ہے خبر آہستہ آہستہ

ہزاروں بلکہ لاتعداد سجدوں کے شرف کے بعد
ہوا ہے نذر کے قابل یہ سر آہستہ آہستہ

صبا لا ترفعوا اصواتکم پیشِ نظر رکھنا
سنانا حالِ دل میرا مگر آہستہ آہستہ

چراغِ عشقِ احمد سے اسے آباد رکھنا ہے
محل دل کا نہ ہو جائے کھنڈر آہستہ آہستہ

بلا لیجیے نظیرؔ ناتواں کو یا رسول اللہ
گزر جائے نہ عمرِ مختصر آہستہ آہستہ

●●

لگاتے ہونٹوں سے، آنکھوں سے، تاجِ سر کرتے
جو ملتا نعلِ نبی خود کو تاج ور کرتے

یہ صنفِ نعت نہ ہوتی تو سوچتے ہیں ہم
کہ اپنے لفظوں کو کس طرح معتبر کرتے

سبھی رسول کہیں اذھبوا الیٰ غیری
انا لھا مرے آقا ہیں مشتہر کرتے

خدا نے لکھ دیا قسمت میں تیرگی کا سفر
حریف رہ گئے ان کے سحر سحر کرتے

نبی کی شان میں گستاخیاں نہ کرتے تم
تلاوت آیۂ لا ترفعوا اگر کرتے

نبی کا نور اتارا ہے اپنی نس نس میں
وجود کس طرح دانستہ ہم کھنڈر کرتے

نہ کھاتے دھوکا کبھی مشلکم سے تم ناداں
ذرا سا غور جو یوحیٰ الیّ پر کرتے

نظیؔر مدحِ حبیبِ خدا سنبھل کے ذرا
یہ کام صدیوں سے آئے ہیں با ہنر کرتے

●●

طوافِ گنبدِ خضریٰ میں جب افکار ہوتے ہیں
نظارے دہر کے دوشِ نظر پر، بار ہوتے ہیں

بڑے عاقل، بڑے دانا، بڑے ہشیار ہوتے ہیں
جو عشقِ مصطفیٰ میں بے خود و سرشار ہوتے ہیں

معمہ مشــلــکــم کا تم سمجھ پاؤ یہ نا ممکن
سمجھتے ہیں وہی جو واقفِ اسرار ہوتے ہیں

اُسی دم دیکھ لیتے ہیں نظارے عرش و کرسی کے
تصور میں جب ان کے گنبد و مینار ہوتے ہیں

قیامت میں وہ ہو گا بے نوا یہ کیسے ممکن ہے
نبی دنیا میں جس کے مالک و مختار ہوتے ہیں

کبھی واللیل پڑھتا ہوں، کبھی والشّمس پڑھتا ہوں
خیالوں میں جب ان کے گیسو و رخسار ہوتے ہیں

نظیرؔ انسان کے بس میں نہیں مدح و ثنا ان کی
خدا توفیق دے تو نعتیہ اشعار ہوتے ہیں

●●

دبستانِ حسّان کا مبتدی ہوں
جو روشن رہے گی میں وہ زندگی ہوں

مرا تاجِ سر کفشِ پائے نبی ہو
مگر میں کہاں لایقِ خسروی ہوں

سبیلِ بلال و اویس اپنا رستہ
وہ بحرِ تواجد ہیں اور میں ندی ہوں

مدینے سے آیا مرا جسم لیکن
بہ شکلِ دل و جاں وہیں میں ابھی ہوں

جو خدمت گزارِ درِ مصطفیٰ ہیں
اسی سلسلے کی میں ادنیٰ کڑی ہوں

مجھے عقل کے ساتھ دل سے بھی سوچو
نہیں شعرِ مطلق میں نعتِ نبی ہوں

کرم کی نظر ہو نظیرِؔ حزیں پر
میں سر تا پا مجموعۂ بے کسی ہوں

●●

سبھوں پر ہے یکساں عطائے محمد
کہاں دیکھیں اپنے پرائے محمد

سماعت میں ھٰذ الرَّجُل گونجے جس دم
ہو گویائی رہنِ ثنائے محمد

جہاں آفریں ہے خدائے دو عالم
اور اس کو سنوارے سجائے محمد

عبث ہے اے دل آس ہے جو کسی سے
نہیں کوئی اپنا سوائے محمد

مرا حشر کی بھیڑ میں بھی پتا ہے
وہ لہرا رہا ہے لوائے محمد

نہیں نعت کے ما سوا صنف کوئی
ہو انعام جس کا ردائے محمد

بدل جاؤں میں سنگِ در میں کسی دن
ہو زیبِ جبیں نقشِ پائے محمد

نہ دیکھے حقارت سے دنیا، ہیں رکھتے
شہی ٹھوکروں میں گدائے محمد

نظیرؔ آیت آیت صدا دے رہی ہے
ہے قرآن شرحِ ادائے محمد

●●

فکرِ رسا ہے مطلعِ انوار کی طرف
یعنی کہ مدحِ سیدِ ابرار کی طرف

معذور حرف وصوت ہیں مدحت میں کیا کروں
نظرِ کرم ہو قوتِ اظہار کی طرف

سورج میں جانتا ہوں کہ ہر ایک شام کو
جاتا ہے کیوں تو منبعِ انوار کی طرف

واعظ تو سر سے چلنے کے آداب سیکھ لے
جانا ہو جو مدینے کے سرکار کی طرف

در در کی ٹھوکروں سے ہے بچنا تو ہو رہو
دونوں جہاں کے مالک و مختار کی طرف

اک بار دیکھتا جو مرے چاند کی جھلک
کوئی نہ جاتا مصر کے بازار کی طرف

معلوم جس کو فلسفۂ روز و شب نہیں
دیکھے نبی کے گیسوو رخسار کی طرف

واحد نظیرؔ بس یہ سعادت کی بات ہے
مائل ہے دل جو نعتیہ اشعار کی طرف

●●

زباں سے اپنی کروں میں ادا مدینے میں
یہ حرف و لفظ ، یہ صوت و صدا مدینے میں

یہ اہلِ عشق سے پوچھو کہ جانتے ہیں وہ
ہے باغِ خلد میں کیا اور کیا مدینے میں

تو جب کھلاتا پلاتا ہی ہے مرے مولا
کھلا مدینے میں مجھ کو پلا مدینے میں

اسیر کر کے مدینے میں ڈال دے مجھ کو
کہ طے ہو میری جزا یا سزا مدینے میں

وہاں کی آب و ہوا پر نثار جنت بھی
ہے رہتی ایسی فضا جاں فزا مدینے میں

مدینے والو کرو ناز اپنی قسمت پر
حبیب آ کے خدا کا بسا مدینے میں

نظیرؔ کعبے میں جا کے دعا یہ کر پاتے
خدایا آئے ہماری قضا مدینے میں

●●

سر میں سودا ہے روئے انور کا
قبر کا خوف اور نہ محشر کا

موم بن کر قدم کو چوما ہے
کوئی دیکھے سلیقہ پتھر کا

جنگلوں میں بھی ہیں خدا والے
فیض ہے یہ رسول کے گھر کا

ہم غلامانِ مصطفیٰ میں ہیں
ہے کرم یہ خدائے برتر کا

انگلیوں سے ہیں ندّیاں جاری
مسئلہ حل ہے بحرِ کم تر کا

جس میں لکھی ہو دید طیبہ کی
پوچھنا کیا ہے اس مقدر کا

یہ بھی خیرات ہے نظیؔر ان کی
نعت کا شعر وہ بھی تیور کا

●●

خدا نے آمنہ کے گھر عجب اُمّی اتارا ہے
وہ جن کے علم و حکمت سے جہالت پارہ پارہ ہے

یزیدِ وقت نے آقا حسینی روپ دھارا ہے
ہر اک لمحہ غم و آلام کا تازہ شمارہ ہے

ستارے، چاند، سورج اور زمین و آسماں دے کر
خدا نے مصطفیٰ کے نور کا صدقہ اتارا ہے

پئے تعظیم جھکتی ہے امیری اس کے قدموں میں
کسی نے جب کبھی غربت میں آقا کو پکارا ہے

کوئی موجِ شمیم اٹھے تری یادوں کے گلشن سے
خیالوں نے اسی امّید پر دامن پسارا ہے

شبِ معراج تلووں سے جبیں جبریل کا ملنا
مرے سرکار کی عظمت اسی سے آشکارا ہے

وہی رازِ شریعت بھی ، وہی رمزِ طریقت بھی
محمد وہ جو تخلیقِ خدا میں سب سے پیارا ہے

●●

مثلِ آئینہ تھے امی لقبی کے آگے
مسئلے جو بھی ہیں موجودہ صدی کے آگے

بھیک سرکار سے لیتے ہیں وہی دیتے ہیں
ہاتھ پھیلاتے نہیں اور کسی کے آگے

آپ نے دیکھی ہے جبریلِ امیں جنت بھی
کیسی لگتی ہے وہ طیبہ کی گلی کے آگے

ان کی خاطر تو خدا قبلہ بدل دیتا ہے
جان کیا چیز ہے ناموسِ نبی کے آگے

تھا وہ زانو پہ بہ ظاہر سرِ اقدس لیکن
آیتِ فـاتبعونی تھی علی کے آ گے

●●

تھوڑی بہت جب نعت سمجھ میں آئی ہے
لفظوں کی اوقات سمجھ میں آئی ہے

جا کے مدینے آنا پڑا جب مجھ کو بھی
چلتی گھٹا برسات سمجھ میں آئی ہے

عشقِ نبی میں ڈوب کے جب قرآن پڑھا
تب جا کر کچھ بات سمجھ میں آئی ہے

عظمت کی تعیین کی باتیں کرتے ہو
اک اسریٰ کی رات سمجھ میں آئی ہے؟

کیا ہے جمال اور کیا ہے جلال یہ سمجھا جب
تحدیدِ میقات سمجھ میں آئی ہے

صلح جو فتحِ مکہ کی تمہید بنی
جیت سے پہلے مات سمجھ میں آئی ہے

مدحت بھی صدقہ ہے اسی چوکھٹ کا نظیرؔ
خیر سے یہ خیرات سمجھ میں آئی ہے

●●

نعت گوئی کی کب اپنی اوقات ہے
یہ سعادت بھی اُن کی ہی خیرات ہے

گفتگو ہے محبّ اور محبوب کی
یہ نمازوں میں جو التحیّات ہے

حرف وہ معتبر، نعت ایوان میں
جو چراغِ محبت کی مشکوٰۃ ہے

خالقِ ہر جہاں، ذات اللہ کی
فخرِ کُل کائنات آپ کی ذات ہے

کتنے ہی معجزے یاد آنے لگے
آج پھر چودھویں چاند کی رات ہے

قبر میں دید عاشق کو، سرکار کی
عشق کی جیت ہے، مَوت کی مات ہے

اپنی باتوں میں رکھّا ہی کیا ہے نظیؔر
بات اُن کی ہے یہ اس لیے بات ہے

●●

ذاتِ رحمت بے کسوں کی چارہ جوئی کے لیے
ہے مثالی نرم خوئی، خندہ روئی کے لیے

شان کے شایان تو قرآن کی آیات ہیں
نعت لکھتا ہوں میں اپنی سُرخروئی کے لیے

کیسے یہ اشکِ شفق گوں اشکِ شادی ہو نہ جائے
ہاتھ ہوں سرکار کے جب اشک شوئی کے لیے

اہلِ ایماں کے لیے پیکِ اجل بھی ہے نوید
یہ وسیلہ ہے نبی سے روبروئی کے لیے

کہتی ہیں ماں عائشہ کچھ روشنی درکار ہے
مسکرا دیں آپ آقا میری سوئی کے لیے

وہ ہے خوش الحان جو پڑھتا ہے نعتِ مصطفیٰ
ہے عبث مشہور بلبل خوش گلوئی کے لیے

روشنی کی بھیک لے کے روئے پر انوار سے
ذکر میں ہے ماہِ کامل خوب روئی کے لیے

ذکر سے ان کے معطر خود کو کرتا ہوں نظیؔر
تن بدن ہے جن کا منبع مشک بوئی کے لیے

●●

خوش مقالی ، تازہ کاری، حکمت و دانشوری
مرحلے میں نعت کے ثابت ہوئیں سب سرسری

اک طرف ذوقِ سعادت اور حائل اک طرف
طائرِ فکرو سخن کا عذرِ بے بال و پری

دم پہ قدرت اور ہے، دل کا قرینہ اور ہے
نعت ہے ، ناعت نہیں یہ صنعتِ شیشہ گری

نقشِ پائے مصطفیٰ کو جھانکتے ہیں رشک سے
نقشِ مانی، جامِ جم، آئینۂ اسکندری

خوف کر، نازل نہ ہو جائے خداوندی عتاب
مصطفیٰ کے دین میں ہے عیب جوئی، خودسری

واسطہ محبوب کا، فاروقِ ثانی بھیج دے
ہے مسلط سر پہ مولیٰ پھر سے دورِ آزری

ڈھونڈنا ہے سیرت و قرآن میں ہی حل نظیرؔ
وہ نبیِ آخری ہیں ، یہ کلامِ آخری

●●

چھت کی طرح اے نیّرِ تاباں حضور ہیں
میری طرف نہ دیکھ نگہباں حضور ہیں

حق ہے کہ رشکِ مجمعِ خوباں حضور ہیں
روحِ جمالِ یوسفِ کنعاں حضور ہیں

ہے فلسفہ یہ ناطق و ساکت کا اور بس
قرآں حضور ، صاحبِ قرآں حضور ہیں

پونچی رگوں کی حدتِ عشقِ رسول ہے
دل میں، جگر میں، روح میں ، پنہاں حضور ہیں

اے غم رسیدہ خلقِ خدا ، مسئلوں کا حل
کوئی نہیں حضور ہیں، ہاں ہاں حضور ہیں

رہ جائے لاج عاصی و خاطی کی حشر میں
نسبت پہ ہم بھی آپ کی نازاں حضور ہیں

جغرافیائی بحث کی الجھن میں کیوں پڑوں
جب اے نظیر نزدِ رگِ جاں حضور ہیں

●●

مدینے کے لیے جب بھی کوئی زائر نکلتا ہے
عجب انداز سے سینے میں میرا دل مچلتا ہے

تری آمد سے ظلمت نور میں بدلی تو حیرت کیا
تری خواہش پہ مولیٰ بندوں کا قبلہ بدلتا ہے

زمانہ، سلطنت، سرحد، ہیں سب الفاظ بے معنی
نبی کے نام کا سکّہ جو چلتا ہے تو چلتا ہے

معنون والضحیٰ سے مصحفِ دل کو کیا میں نے
یہی اک چاند ایسا ہے جو چھپتا ہے نہ ڈھلتا ہے

کرم اے چشم و دل میں بھی ہوں اب سرمایہ داروں میں
صدف کے بطن میں موتی بڑی مشکل سے پلتا ہے

کسی دن خواب میں تشریف لاتے ، عید ہو جاتی
سنبھالے سے نہ اب اپنا دلِ مضطر سنبھلتا ہے

کبھی یہ ٹمٹمائے اور کبھی یکسر بھبک اٹھے
چراغِ زندگی شاہا ! نہ بجھتا ہے نہ جلتا ہے

شبیہہِ گنبدِ خضریٰ ہے زیبِ چشم و جاں جب سے
مرے سینے میں رنگ و نور کا چشمہ ابلتا ہے

درِ اقدس پہ جا کے لوٹ آنے کی بھی مجبوری
نظیؔر اپنے مقدر پر کفِ افسوس ملتا ہے

●●

انبیا کے دل میں الفت ہے رسول اللہ کی
دیکھ ! یہ شانِ نبوت ہے رسول اللہ کی

زیبِ لب جن کے بھی مدحت ہے رسول اللہ کی
بالیقیں ان پر عنایت ہے رسول اللہ کی

ہر حکومت سرحد و ادوار کی زد میں مگر
از بدایت تا نہایت ہے رسول اللہ کی

رک گئے جبریل بھی یہ کہہ کے سدرہ کے قریب
رب ہی جانے کیا حقیقت ہے رسول اللہ کی

لامکاں پر بھی صدائے رب ھبلی امتی
کیسی امت ، کیا محبت ہے رسول اللہ کی

مختلف آیاتِ قرآں سے یہ مطلع صاف ہے
حکمِ خالق ہی اطاعت ہے رسول اللہ کی

اہلِ ثروت اپنا اپنا گھر بنانے میں رہے
اور غریبوں کے لیے چھت ہے رسول اللہ کی

اب رفعنا لک سے آگے کیا لکھے کوئی نظیرؔ
بعدِ مولیٰ افضلیّت ہے رسول اللہ کی

●●

موم کی صورت ہے پتھر اپنا شیوہ چھوڑ کر
دل پہ جائیں مصطفیٰ، نقشِ کفِ پا چھوڑ کر

مدح میں شاہانِ عالم کی کھلے کیوں کر زباں
وجہِ تخلیقِ دو عالم کا قصیدہ چھوڑ کر

ریت پر ایوان کی تعمیر کے مصداق ہے
سر بلندی کی تمنا ، ان کا اسوہ چھوڑ کر

چشمۂ رحمت ہے جاری انگلیوں سے شاہ کی
مچھلیاں باہر نکل آئیں نہ دریا چھوڑ کر

دَم اٹکنا کس کو کہتے ہیں یہ اُن سے پوچھیے
لوٹنا پڑتا ہے جن کو، شہرِ طیبہ چھوڑ کر

سرخرو ہو لے یہی ہے وقت اے ذوقِ جبیں
عقل کے کہنے میں مت آ، دل کا کہنا چھوڑ کر

فیصلہ جو ہو نظیرؔ اب نامۂ اعمال میں
کچھ نہیں نعتِ شہہِ دیں کا اثاثہ چھوڑ کر

●●

یہ فکر و فن کی بات نہ علم و ہنر کی ہے
گویا ہوں یہ بھی بھیک شہا تیرے در کی ہے

نعتِ نبی کے نون کا نقطہ بھی چھو سکے
کب یہ بساط قامتِ فکر و نظر کی ہے

حاضر ہیں دست بستہ شہا آپ کے حضور
خدمت میں نذر، اشکوں کے لعل و گہر کی ہے

ہیں عکس گاہِ گنبدِ خضریٰ جو پتلیاں
سوغات یہ تلاوتِ دیوار و در کی ہے

نعلینِ مصطفیٰ سے کریں خود کو سربلند
خواہش یہی فقیر کی ہے، تاج ور کی ہے

رہنا طوافِ گنبدِ خضریٰ میں رات دن
معراج اے خیال ! ترے بال و پر کی ہے

عقبیٰ کی خیر قدموں میں آقا کے ہے نظیرؔ
دنیا یہ خیرہ سر کی ، کبھی تیرہ سر کی ہے

●●

چاند سورج میں روشنی ان کی
فرش تا عرش خسروی ان کی

جُگ زمانہ غلام ہیں ان کے
از ازل تا ابد شہی ان کی

دستِ دشمن کی بند مٹھی میں
نعت پڑھتی ہے کنکری ان کی

کیسے بے کس چھپے ہیں دامن میں
بھا گئی شہ کو بے کسی ان کی

چاہے جس حال میں مجھے رکھّیں
ان کی مرضی ہے اور خوشی ان کی

اپنی پلکوں سے چومتا جاؤں
میں جو پہنچوں کبھی گلی ان کی

ان کی سیرت نظیؔر مشعل ہے
شرحِ قرآں ہے زندگی ان کی

●●

ظلم تھا ، آشتی ہو گئی
حق رسا آگہی ہو گئی

چاند مکّے میں اترا کوئی
دہر میں روشنی ہو گئی

لب پہ قرباں گلِ قدس کی
تاز گی، نازکی ہو گئی

سبز گنبد پہ نظریں پڑیں
دل کی دنیا ہری ہو گئی

کہکشاں زار حجرہ ہوا
لب کھُلے ، چاندنی ہو گئی

ہو کے منسوب سرکار سے
شاعری، شاعری ہو گئی

ان کی مدحت کے صدقے نظیؔر
سرخرو زندگی ہوگئی

●●

بکھرے ہوئے ہیں جلوے والشّمس، والضحیٰ کے
شمس و قمر ہیں روشن صدقے میں مصطفیٰ کے

مژگاں کی ہیں قناتیں،اشکوں کے قمقمے ہیں
آئیں گے خواب میں وہ، آنکھوں کو ہوں سجا کے

نقشِ قدم پہ ہم بھی حسّان کے ہیں شاہا!
اک دن نواز دیتے دربار میں بُلا کے

محبوبیت کی اس سے بہتر مثال کیا ہو
محبوب دو جہاں کے ، محبوب ہیں خدا کے

اسریٰ کی شب خدا نے ظاہر یہ کر دیا ہے
قائل ہیں سب پیمبر، آقا کی اقتدا کے

دشمن کے پتھروں سے زخمی ہے جسم لیکن
کہتے ہیں یھدی ک اللہ سرکار مسکرا کے

راتیں گزار دی ہیں سجدے میں روتے روتے
جاری ہے ربِ ھبلی ہونٹوں سے مصطفیٰ کے

صدقے میں مصطفیٰ کے مانگو قبول ہو گی
آدم نے ہیں سکھائے آداب یہ دعا کے

اہلِ دُوَل سے کہہ دو واحد نظیرؔ ہم ہیں
ٹکڑوں پہ پلنے والے سلطانِ دوسرا کے

●●

تمھارے دل میں نبی کا خیال ہے کہ نہیں
جہاں کا سب سے یہ عمدہ سوال ہے کہ نہیں

سنا ہے میلہ لگا ہے حسین چہروں کا
چلو تو دیکھیں نبی کا بلال ہے کہ نہیں

نمازِ اقصیٰ میں دیکھا ہے آپ نے موسیٰ
بتائیں میرا نبی بے مثال ہے کہ نہیں

یہ زندگی، یہ عبادت، یہ زہد کی باتیں
بغیر عشقِ نبی سب محال ہے کہ نہیں

اشارہ کر دیں تو ہو جائیں چاند کے ٹکڑے
یہ صرف میرے نبی کا کمال ہے کہ نہیں

●●

ایک نظر ہم دکھیوں پر سرکار اگر ہو جائے گی
گھور اندھیری دل کی بستی چاند نگر ہو جائے گی

صبحِ بنارس شامِ اودھ کیا خاک ہمیں للچائیں گی
یادِ رخِ سرکار قبائے شام و سحر ہو جائے گی

زہد کی پونجی، قبر کی دولت، حشر کا ساماں، کچھ بھی نہیں
نعتِ محمد مجھ عاصی کا زادِ سفر ہو جائے گی

روحِ شریعت، رمزِ تصوف ، ذاتِ محمد صلی اللہ
یہ چھوٹی تو ساری عبادت زیر و زبر ہو جائے گی

نعت کہو، دن رات کہو، کیا کہنے نظیرؔ اس کہنے کے
نعت اگر مقبول ہوئی تو ذات امر ہو جائے گی

●●

نبی کا شیر تھا کوفے میں خسروانہ گیا
سرِ حسین گیا، قولِ مصطفیٰ نہ گیا

غلام سر پہ لیے در سے آسمانہ گیا
نثار آ کے ہوا اور جاودانہ گیا

بچایا ابر نے سورج کو شرمساری سے
جدھر نبی گئے بن کر وہ شامیانہ گیا

مجھے ہے رشک مقدر پہ اور تاسّف بھی
لکھا تھا جانا وہاں، خاتمہ لکھا نہ گیا

ثنا تھی زیبِ زباں ، بام و در تھے آنکھوں میں
میں ایسے حال میں تھا، حالِ دل کہا نہ گیا

ترے نصیب پہ ماتم کروں کہ سر پیٹوں
سلام تجھ سے وہاں جا کے بھی پڑھا نہ گیا

سنا تھا میں نے وہ تحفہ قبول کرتے ہیں
سو میں بھی آنکھوں میں گوہر لیے یگانہ گیا

نظام دنیا میں آیا رسولِ رحمت کا
زمانہ تیرا اب اے طرزِ آمرانہ گیا

بس ایک جسم ہے قاصر مدینے جانے سے
نہیں تو جانے کو اپنا نظیؔر کیا نہ گیا

●●

نسخۂ تسخیرِ ظلمت ہے یہ اِس کو عام کر
نقش لوحِ دل پہ پیارے مصطفیٰ کا نام کر

یاد ہو دل میں ، لہو میں عشق دائم موجزن
یہ ہوئی کیا بات، اُن کا ذکر صبح و شام کر

بادشاہی مصطفیٰ کی ہے ازل سے تا ابد
لکھ قصیدہ اور خود کو لائقِ انعام کر

ہے ابھی اپنے تصور میں مدینہ واعظا
مجھ کو اپنا کام کرنے دے، تو اپنا کام کر

ہم غلامانِ محمد سے الجھنا چھوڑ دے
فکر کچھ اپنی بھی تو اے گردشِ ایام کر

مصطفیٰ کے در پہ ہو انداز منگتوں کی طرح
اور خدا کے گھر میں جا تو زیبِ تن احرام کر

سر پہ سایہ روزِ محشر ہو لواء الحمد کا
زندگی گزرے نظیرؔ آقا کا دامن تھام کر

●●

نبی کی تم پہ عنایت نہیں تو کچھ بھی نہیں
کہ سر چھپانے کو یہ چھت نہیں تو کچھ بھی نہیں

زبان لاکھ ہو نعتِ رسول میں مصروف
مگر جو دل میں محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں

اے خوگرانِ ضیا، عکسِ گنبدِ خضریٰ
دل و نگاہ کی زینت نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہو تابناک یہ خاکِ ریاضِ جنہ سے
جبیں کو ایسی سعادت نہیں تو کچھ بھی نہیں

نہ کام آئیں گے دربار دنیا داروں کے
درِ رسول سے نسبت نہیں تو کچھ بھی نہیں

نبی کے عشق میں پروانہ وار یہ ہستی
سپردِ شمعِ رسالت نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہنر زبان و بیاں کا نظیرؔ اپنی جگہ
تجھے سلیقۂ مدحت نہیں تو کچھ بھی نہیں

●●

مقدّر جاگ اٹھے فکر و نظر کی عید ہو جائے
اگر مدحت سرائی کی شہا تائید ہو جائے

عجب شے ہے، رہے آنکھوں میں تو آنسو ہے، پانی ہے
گرے در پر نبی کے اور مروارید ہو جائے

کچھ اس انداز سے تعریف ہو شہکارِ خلقت کی
کہ پھر خلّاقِ اکبر کی وہی تحمید ہو جائے

اشارے پر مرے ممدوح کے ایک شعر ہی مولا
قلم سے منشیِ دربار کے تسوید ہو جائے

نہاتا ہے جو صبح و شام عکسِ سبز گنبد میں
وہ ذرہ کیوں نہ پھر رشکِ مہ و خورشید ہو جائے

نہیں ایسا ہوا اب تک تو اب ہو، کیسے ممکن ہے
غلام اُس در پہ جائے اور نا امید ہو جائے

نبی کا نام کوئی بھی اگر لے کیف و مستی میں
حیا سے، پانی پانی غیرتِ ناہید ہو جائے

جہاں محفل ہو ذکرِ مصطفیٰ کی ساتھ رہنا ہے
فرشتے منتظر رہتے ہیں یہ تاکید ہوجائے

قدم رنجہ کسی دن ہوں ہمارے دیدہ و دل میں
لحد میں حشر میں، دیدار کی تمہید ہو جائے

نظیرؔ اس راستے میں بس یہی جدت طرازی ہے
نشانِ حضرتِ حسان کی تقلید ہو جائے

●●

مشکلیں نامِ نبی سے یوں مسخر ہو گئیں
سر پہ جیسے کالی راتیں تھیں ، منور ہو گئیں

ان کے نقشِ پا کے بدلے نعمتیں سب تول دوں
جسم بھی پتھر بنے ، آنکھیں تو پتھر ہو گئیں

کیوں نہ دریا پیاس کی مانگے دعا اللہ سے
انگلیاں سرکار کی رشکِ سمندر ہو گئیں

پھر اِسے فاروق و حیدر کی ضرورت آ پڑی
حالتیں دنیا کی آقا! بد سے بدتر ہو گئیں

کتنی صدیوں بعد گلشن میں چلی تازہ ہوا
مصطفیٰ آئے فضائیں روح پرور ہو گئیں

مشک و عنبر، پھول سب کی خوشبوئیں ہیں عارضی
اور پسینے سے کئی نسلیں معطر ہو گئیں

یاد جب بھی آئی ہے ہم کو مدینے کی نظیؔر
شمع کے مانند پلکیں اپنی اکثر ہو گئیں

●●

اپنی ہستی کا چمن یوں شاد ہو آباد ہو
جاگزیں دل میں محمد مصطفیٰ کی یاد ہو

سرحدوں کے ضابطے ہیں تن بدن کے واسطے
شکر ہے اے دل کہ اِن رخنوں سے تم آزاد ہو

دینِ احمد روشنی ہے پھیلتی ہی جائے گی
یہ زمانہ چاہے جتنا بھی ستم ایجاد ہو

نامِ احمد سے دعا مقبول آدم کی ہوئی
یہ روایت تم نے چھوڑی کیسے آدم زاد ہو

جب کہا ناعت نے نعتِ سرورِ دیں پیش ہے
انس و جاں، حور و ملک سب نے کہا ارشاد ہو

ٹیک دیتا ہے وہ گھٹنے مرحلے میں نعت کے
خواہ فکر و فن میں کتنا ہی بڑا استاد ہو

دم بہ دم شہکارِ خلقت کی ثنا واحد نظیؔر
پیشِ خالق تم ہو ناعت اور تمھی حمّاد ہو

●●

جاں نثاری کی انھیں کیسی ادا آتی تھی
جن کے حصے میں ردا اور قبا آتی تھی

اس لیے اوٹ میں بادل کی چھپا رہتا تھا
رو برو ہونے میں سورج کو حیا آتی تھی

وردِ جاں نامِ نبی ہے تو سکوں حاصل ہے
ورنہ تیور میں اِدھر موجِ بلا آتی تھی

روئے زینب پہ نہ پڑ جائے نظر غیروں کی
مستقل چہرے پہ کرنوں کی ردا آتی تھی

مرحبا صلِّ علیٰ کی شبِ اسریٰ پیہم
فرش تا عرش ہر اک سمت صدا آتی تھی

جہل جب کرتا تھا اعلان خرد مندی کا
روشنی علم کی آئینہ دکھا آتی تھی

رہبری خلق کی ممکن تھی اسی صورت میں
جسم کے پردے سے چھن چھن کے ضیا آتی تھی

آج کیوں پاؤں زمیں پر نہیں پڑتے تیرے
تو نہ اس طور سے پہلے اے صبا آتی تھی

گھر کا گھر یوں ہی نہیں عہدِ وفا پر قائم
ان کے انفاس میں خوشبوئے وفا آتی تھی

●●

جب ترجمانِ مدحتِ خیرالبشر ہوئے
فکر و خیال ، حرف و نوا معتبر ہوئے

شہرت ! ترے وجود کی تطہیر ہو گئی
مداحِ مصطفیٰ سے جو ہم مشتہر ہوئے

عشقِ نبی نے کیسا غنی کر دیا مجھے
اشکوں کے قطرے نازشِ لعل و گہر ہوئے

مولا ! درِ رسول سے رشتہ بنا رہے
اس در سے منحرف جو ہوئے ، در بہ در ہوئے

حاوی ہے اِن کی شاخوں پہ مسلک کا بانجھ پن
دینِ نبی کے جو تھے شجر بے ثمر ہوئے

حضرت عمر کی پھر سے ضرورت ہے دین کو
بو جہلِ وقت پھر سے شہا تاج ور ہوئے

نام آوری نہیں یہ سعادت کی بات ہے
لے کے نظیر نامِ نبی ، نام ور ہوئے

●●

ہے رہتی یوں ہی نہیں دھوم دھام آنکھوں میں
جمالِ طیبہ ہے محوِ خرام آنکھوں میں

کہاں وہ روضے کے جلوؤں کی شانِ آقائی
کہاں یہ دید کی خواہش ، غلام آنکھوں میں

طلوعِ صبح کا منظر بلائیں لیتا ہے
مکیں ہے جب سے مدینے کی شام آنکھوں میں

نفس نفس ہو سلام ان پہ ، صدقے میں جن کے
بسا ہے جلوۂ ماہِ صیام آنکھوں میں

نہ بارگاہ کے شایانِ شان گویائی
نہ ہے سلیقۂ حرف و کلام آنکھوں میں

وہی مدینے کے جلوے اب اپنی پونجی ہیں
پرو سکا جو بہ صد احترام آنکھوں میں

غلافِ مژگاں سے محجوب کر لے آنکھوں کو
سنبھال جلوے نظیرؔ اب مدام آنکھوں میں

●●

کر حمدِ خدا ، تجھ پہ ہے وہ مہرباں قلم
مداحِ شہِ دیں جو ہے تیری زباں قلم

ہو لوح و قلم سے بھی صدا واہ کی بلند
مدحت میں کوئی باندھ تو ایسا سماں قلم

ہے تذکرۂ ختمِ رسل یہ رہے خیال
رتبہ ہے ترا 'ن' و قلم سے عیاں قلم

گزرے جو رہِ نعت میں قطع و برید سے
طوبیٰ کے مقدر میں بھی ایسا کہاں قلم

کاغذ پہ رقم ہوتے رہے شعر نعت کے
بر روئے زمیں ہوتا رہا آسماں قلم

مصروف تھا مدحت میں ، ملائک میں تھا گھرا
کہنے کو رہا انگلیوں کے درمیاں قلم

کیا کیا نہ غلاموں نے لکھے نعت کے سوا
ہاتھوں میں ہوا اپنوں کے بھی رائیگاں قلم

کس طرح تری انگلی اٹھی ان کی ذات پر
گستاخ وہیں ہو نہ گئیں انگلیاں قلم

ممنونِ قلم کیسے نہ واحد نظیؔر ہو
کرتا ہے رقم اس کے بھی لفظ و بیاں قلم

●●

میں اپنی راہ روش پر ہوں شرمسار بہت
مگر ہے شاہ کی نسبت پہ اعتبار بہت

لٹائے چاند ستاروں میں روشنی کی زکوٰۃ
یہ کس کے صدقے میں سورج ہے مال دار بہت

جسے وہ بھیک دیں ہو جائے صاحبِ ثروت
انھی کے فیض کو زیبا ہے 'بے شمار بہت'

خدا نے کس کو رفعنا کا تاج بخشا ہے
ہوئے ہیں یوں تو زمانے میں تاج دار بہت

عبث ہی لوگ ترازو اٹھائے بیٹھے ہیں
عطا کیا ہے انھیں رب نے اختیار بہت

میں اپنے غم کو بھی رسوا کہیں نہیں کرتا
مرے لیے ہے مدینے کا غم گسار بہت

لگام اپنی زباں پر لگائیں بو جہلی
ابھی معاذ کے زندہ ہیں پیرو کار بہت

ہے نعت گوئی بھی توفیقِ ناعتِ اوّل
وگر نہ شعر و سخن کے ہیں شہسوار بہت

نظیرؔ آیتِ لاترفعوا نظر میں رہے
تو بے ہنر ہے ، وہ ممدوح با وقار بہت

●●

نہ راس آئے گی شاہوں سے رسم و راہ مجھے
گدا ہوں جس کا ، وہ دیتا ہے حسبِ خواہ مجھے

رواقِ شاہ سے قربت ہے بے پناہ مجھے
کہو زمانے سے سمجھے نہ بے پناہ مجھے

جہاں کی گرد سے ، گردوں بھی اپنی مانگ بھرے
خوشا نصیب ! ملی ایسی بارگاہ مجھے

ہیں دونوں ایک ہی چوکھٹ کے ریزہ چینوں میں
اے آسمان! نہیں تجھ سے کوئی ڈاہ مجھے

زمیں پہ رہ کے مدینے سے دور رہنے کا
قبول عذر ہے لیکن بہ صد کراہ مجھے

خدا کا، خود کا، خودی کا پتا یہیں سے ملا
بہت عزیز ہے اُن کی قیام گاہ مجھے

نظیرؔ جو ہے نبی کا ، وہ ہے خدا کا بھی
نہ التباس ہے اِس میں ، نہ اشتباہ مجھے

●●

جب بجھے عمرِ مختصر کا چراغ
ہو نظر میں نبی کے در کا چراغ

ہجرِ طیبہ ہے اور شبِ تیرہ
طاقِ مژگاں ہے اور گھر کا چراغ

میری ہستی نہ دیکھ، نسبت دیکھ
یوں ہی روشن نہیں کھنڈر کا چراغ

خاکِ پا اُن کی منزلِ عشّاق
نقشِ پا اُن کا رہ گزر کا چراغ

دل درِ نور سے ہے وابستہ
جلتا رہتا ہے چشمِ تر کا چراغ

عشق ہو تب صراطِ مدحت میں
کام آتا ہے کچھ ہنر کا چراغ

غم نہ کر اے نظیرؔ روشن ہے
ہر طرف مصطفیٰ کے گھر کا چراغ

●●

مثلِ پروانہ طوافِ گنبدِ خضرا کریں
زندگی مطلوب ہے تو جاں کو نذرانہ کریں

غیر تو ہیں غیر آقا، ان کے شکوے کیا کریں
جو ہیں اپنے وہ تماشہ اور بھی طُرفہ کریں

باریابی ہے رخِ نعلِ نبی تک بھی محال
گیسوئے ادراک چاہے حشر تک پھیلا کریں

قلبِ مومن بھی سنا ہے ، عرش ہے اللہ کا
صورتِ مہماں اِدھر بھی رخ شہِ بطحا کریں

ہو مبارک اے جبینِ شوق ، ہے یہ در وہی
تاجِ روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں

وہ عبادت تھی خدا کی ، رخ تھا کعبے کی طرف
یہ نمازِ عشق ہے، دل جانبِ طیبہ کریں

چاند تاروں سے مزیّن آپ بھی ہو جائیں گے
خود کو اُن کے در پہ مثلِ آسماں کوزہ کریں

ہے دعا ، دنیا وما فیہا سے ہو کر بے نیاز
نعت لکھیں، اہتمامِ سنتِ مولا کریں

غیرتِ ساقی اِسے خالی نہ رکھّے گی نظیؔر
جامِ ہستی کو مکمل وقفِ مے خانہ کریں

●●

زیبِ لب ہیں یہی دعا کے گلاب
کھِل اٹھیں ہر نفس وفا کے گلاب

ہے وہ نسبت کہ اب قیامت تک
ناز اٹھایا کرے صبا کے گلاب

آئے گلشن میں پھول زہرا کے
منہہ تکیں، منہہ چھپا چھپا کے گلاب

صبح دم منتظر صبا کے ہیں
شبنمی موتیاں سجا کے گلاب

سائلِ خوشبو و لطافت ہیں
در پہ، واللیل والضحیٰ کے گلاب

شہد کی مکھیوں کے آنے کا
منتظر کیوں ہے سر اٹھا کے گلاب

ان کے رخسار کا یہ صدقہ ہے
لے جو انگڑائی مسکرا کے گلاب

ہو نہ پاتا کبھی بغیر درود
سرخرو خوشبوئیں لٹا کے گلاب

سبز گنبد پہ جب نگاہ پڑی
کھِل اٹھے اپنے مدعا کے گلاب

ارضِ دل جب ہو رہنِ عشق نظیرؔ
کھِلتے ہیں نعتِ مصطفیٰؐ کے گلاب

●●

سب کے مطلوب و مدّعا ہیں آپ
سارے عالم کا مرکزہ ہیں آپ

مصحفِ کن کی آپ شانِ نزول
خَلق کی وجہِ تسمیہ ہیں آپ

قولِ رحمٰن علّم القرآن
علم و حکمت کی انتہا ہیں آپ

آپ سا دوسرا نہیں کوئی
دوسرا میں خود آپ سا ہیں آپ

عطر آگیں ہے پیکرِ انوار
منبعِ نکہت و ضیا ہیں آپ

خلق میں مقتدر رُسُل ہیں اور
سب رسولوں کے مقتدا ہیں آپ

برگزیدہ ہیں، برگزیدوں میں
مصطفیٰ آپ، مجتبیٰ ہیں آپ

جو بھی دیکھے، وہ آئینہ ہو جائے
آئینوں میں ، وہ آئینہ ہیں آپ

عبد ہوتا نہ واقفِ معبود
واسطہ میرے مصطفیٰ ہیں آپ

مستند، معتبر ہیں حرف و صوت
میرے ممدوح، مرحبا ہیں آپ

وجہ، واحد نظیرؔ مدحت ہے
یہ جو رشکِ ملائکہ ہیں آپ

●●

شانِ مخلوق ہے، خالق کی ادا کی صورت
الغرض نعت بھی ہے حمدِ خدا کی صورت

ذکر اُن کا ہے مداوا مری تنہائی کا
یاد ہے اُن کی اندھیرے میں ضیا کی صورت

گویا معراج ہوئی قوتِ گویائی کی
ڈھل گئے حرف و نوا صلِّ علیٰ کی صورت

نسبتیں پانے کو ہوتا ہے مہین اور لطیف
ماہ، ہر ماہ ترے ناخنِ پا کی صورت

اپنے محبوب کے قدموں میں ہمیں ڈال دیا
رب نے کیا خوب عطا کی ہے رضا کی صورت

صدقہ محبوب کا مولیٰ ہو عطا، چھائی ہے
سر پہ امت کے بلا، کالی گھٹا کی صورت

صرف انعام نہیں تھا کسی شاعر کو نظیرؔ
نعت کی صنف پہ سایہ تھا ردا کی صورت

●●

سفیرِ ابرِ رحمت لگ رہی ہے
صبا مائل بہ مدحت لگ رہی ہے

بسا جب سے نگاہوں میں مدینہ
یہ دنیا خوب صورت لگ رہی ہے

مجھے رہنے دو کوئے مصطفیٰ میں
یہیں اپنی طبیعت لگ رہی ہے

غلامی ہے یہ شاہِ انبیا کی
نہ یونہی بادشاہت لگ رہی ہے

ہیں موجودات سب مائل بہ مدحت
یہ ہر شے کی جبلّت لگ رہی ہے

پہنچ کر بارگاہِ مصطفیٰ میں
ثنا سرتاپا لکنت لگ رہی ہے

نظیرؔ آنکھوں میں منظر ہے کہاں کا
زمیں تصویرِ جنت لگ رہی ہے

●●

راہ نہیں یہ پر خطر، گر ہو یہ ضابطہ اثاث
مدحتِ مصطفیٰ کا ہو، سیرتِ مصطفیٰ اثاث

رشک کریں مسیح دم، خوب ہے جاں فزا اثاث
ان کی گلی سے لوٹ کر ، بادِ صبا ہے بااثاث

کب سے فلک کی چاہ تھی، ان کے قدم پڑیں کبھی
اہلِ زمیں کے واسطے، جن کی ہے خاکِ پا اثاث

داد و دہش انھی کی ہے، جود و سخا انھی کا ہے
ہے جو چراغِ فکر کا، پرتوِ والضحیٰ اثاث

کاسۂ لفظِ عشق میں، دولتِ کائنات ہے
جب سے اثاثِ عشق کا، عشقِ نبی بنا اثاث

وقتِ غروب ذائقہ، چکھ لے طلوعِ مہر کا
صدقے میں یہ علی کے ہے، تحفۂ بے بہا اثاث

ذکرِ جمیل آپ کا، لوح و قلم کی ہے متاع
مدح و ثنا میں آپ کی، جو بھی پڑھا لکھا اثاث

اُن پہ درود ہر نفس، اُن پہ سلام ہو مدام
سانسوں کے سلسلے کا ہو، ذکر کا سلسلہ اثاث

دل میں نظیؔر کے بسا، شکر ہے عشقِ مصطفیٰ
بحرِ فنا کے سیپ کا، درِّ بقا ہوا اثاث

●●

دنگ، حزبِ ملائکہ ہے آج
میزبانی میں خود خدا ہے آج

مشک بو پیرہن خیالوں کے
عنبریں فکر کی قبا ہے آج

آج مطلوب تک رسائی ہے
دم بخود آہِ نا رسا ہے آج

ہے نگاہوں میں گنبدِ خضریٰ
ذکرِ محبوب کا مزا ہے آج

نعت نے کی تری مسیحائی
شاعری! مژدۂ شفا ہے آج

دِل ہے مائل اُدھر، اِدھر مائل
فیض، بخشش، کرم، عطا ہے آج

اب نظر میں غبارِ طیبہ ہے
کہکشاں سے یہ کہہ دیا ہے آج

آج وہ دل کے پاس لگتے ہیں
لطفِ اظہارِ مدّعا ہے آج

ہے اطاعت ہی بس علاج اِس کا
زہرآلود جو فضا ہے آج

نعت سے بات بن گئی کیسی
مثلِ عنوان حاشیہ ہے آج

میرِ مجلس ہوا ملائک میں
کیا تھا واحد نظیرؔ، کیا ہے آج

●●

سلطنت ہے، نہ ہے شہی اچھی
ہے ترے در کی چاکری اچھی

وعدۂ دید جب ہے مرنے پر
پھر تو جینے سے موت ہی اچھی

تھی زمانے سے شاعری بیمار
نعت سے یہ بھی ہو گئی اچھی

بات اُن کی تمام باتوں میں
خوب سے خوب تر، بھلی، اچھی

ہے سخن جس کا، سب سے اچھا ہے
کیوں نہ ہو پھر سخن وری اچھی

اک اشارے کا فیض ہے اب تک
چاند کی ہے جو چاندنی اچھی

نعلِ پاک اُن کا، تاج ہے اپنا
ہے نظیرؔ اپنی خسروی اچھی

●●

ہے مثال ایسی کوئی ان کی عطا سے پہلے
جھولیاں بھر دے جو سائل کی صدا سے پہلے

شبنمی جسم پہ ملتی ہے ملائم کرنیں
یوں سنورتی ہے صبا اُن کی ثنا سے پہلے

میرے سرکار کا اندازِ کرم کیا کہنا
یہ وہ بارش ہے جو ہوتی ہے گھٹا سے پہلے

مشک و عنبر سے ہو تطہیر قلم کاغذ کی
ہے یہ لازم شہِ بطحا کی ثنا سے پہلے

آیتِ فاتّبِعونی ہے جنھیں بھی معلوم
لو لگاتے ہیں وہ محبوبِ خدا سے پہلے

سمتِ قبلہ کے بدلنے کا پیام آجائے
آپ کی زحمتِ اظہارِ نوا سے پہلے

ذکر محبوب کا مولیٰ کو پسندیدہ ہے
پڑھ درود اُن پہ نظؔیر اپنی دعا سے پہلے

●●

یہ بات روزِ ازل سے فلک سمجھتا ہے
وہ کیوں زمیں کے مقابل مثالِ کاسہ ہے

سلیقہ دیکھ کے کوئے نبی کے ذرّوں کا
فلک ستاروں کو ترتیب دیتا رہتا ہے

تصورات کی دنیا بھی معتبر اپنی
کبھی خیال میں کعبہ، کبھی مدینہ ہے

چہار دانگ میں شہرہ ہو جس کی آمد کا
اس آن بان سے دنیا میں کون آتا ہے

صبا کی چال میں یونہی نہیں ہے اتراہٹ
مطاف اس کا، حبیبِ خدا کا روضہ ہے

ازل سے روزِ ابد تک انھی کی سلطانی
ہر ایک دور میں سکّہ انھی کا چلتا ہے

خدا کا شکر ہے ہم بھی بلال مشرب ہیں
بلا سے اپنی، جو تیور میں یہ زمانہ ہے

کبھی میں پلکیں، کبھی نظمِ کہکشاں دیکھوں
فراقِ طیبہ میں دونوں کا ایک حلیہ ہے

نظیؔر پیارا خدا کا، ہے ناخدا اپنا
بلا سے بیچ بھنور میں مرا سفینہ ہے

●●

گر تیرگیِ کفر میں آشفتہ سری ہے
ہاتھوں میں ہمارے بھی دِیا مصطفوی ہے

مقصد جو تھا حسّان کا، اپنا بھی وہی ہے
تسلیم ہے، لہجے میں مرے بے ہنری ہے

آکاش میں مِدحت کے، کھُلا بھید یہ اکثر
کیا طائرِ افکار کی بے بال و پری ہے

جاری ہے ابھی شرحِ رفعنا لکَ ذِکرَک
معراج کے امکان، ثنا ڈھونڈ رہی ہے

جو ان کا گدا ہے اسے بے مایہ نہ سمجھو
سردار ہے، زردار ہے، منعم ہے، غنی ہے

بوجہلِ زماں ! جان لے تو، خوئے بلالی
گھٹّی میں غلامانِ محمد کی پڑی ہے

لاحاصل و بے سود ہے تعریف جہاں کی
غافل نہ ہو مِدحت سے نظیر اصل یہی ہے

●●

اے دل سنبھل، کہ گنبدِ خضرا ہے سامنے
شاہوں کے بادشاہ کا روضہ ہے سامنے

نظریں جمائے رفعتِ نعلینِ پاک پر
مثلِ کنیز، اوجِ ثریّا ہے سامنے

ہوں کشمکش میں پاسِ ادب، ذوقِ دید کی
نظریں جھکی ہوئی ہیں، نظارہ ہے سامنے

پتھر کے اہتمام کا احسان ہے کہ آج
پیارے نبی کا نقشِ کفِ پا ہے سامنے

کیا فکر و فن کی بات کرے نعت میں کوئی
اللہ کے کلام کا لہجہ ہے سامنے

اب امتحان تیرا ہے، اے ذوقِ تشنگی
تو ظرف اپنا دیکھ لے، دریا ہے سامنے

کچھ نامۂ عمل میں نہیں نعت کے سوا
مولیٰ ! نظیؔر کا یہ اثاثہ ہے سامنے

●●

لیتے جو دیکھا نامِ نبی برملا مجھے
کرنے لگی سلام وہ خودسر ہوا مجھے

محشر سے قبل شافعِ محشر ہو اک نظر
گھیرے ہوئی ہے ساعتِ محشر نما مجھے

مدحت سرا ہے، کاتبِ تقدیر نے لکھا
شکرِ خدا کہ ایسا مقدر مِلا مجھے

ہے نقشِ پا کے واسطے لازم اگر یہی
مولیٰ ! درِ رسول کا پتھر بنا مجھے

تھک ہار سے گئے ہیں مرے بازوے خیال
اے خالقِ وجود نئے پر لگا مجھے

نسبت ہے کس کے در سے ذرا جان بوجھ لے
آلامِ روزگار نہ تیور دکھا مجھے

زلّہ ربائے سفرۂ حسّان ہے نظیؔر
بخت آوری کہ کچھ تو میسّر ہوا مجھے

●●

ہجر میں طیبہ کے، یہ دِل مرغِ بسمل ہو نہ جائے
ڈر ہے پھر اس رقص میں، گردوں بھی شامل ہو نہ جائے

ہم نبی کے نام لیوا ہیں، تو ہم سے دور رہ
دیکھ اے مشکل! کہیں تجھ کو بھی مشکل ہو نہ جائے

مِدحتِ سرکار ٹھہرے، زندگی کا ماحَصَل
اور کوئی مشغلہ تحصیلِ حاصل ہو نہ جائے

کیا ستارے اور سورج، سب کے مرکز ہیں وہی
کیوں فدا چہرے پہ اُن کے، ماہِ کامل ہو نہ جائے

نازشِ کون و مکاں ہے بارگاہِ مصطفیٰ
کس طرح تشنہ جگر، جبریل کا دِل ہو نہ جائے

زہد، تقویٰ اور عبادت، ان کی الفت کے بغیر
سنکھیا، زہرِ ہلاہل، سمِّ قاتل ہو نہ جائے

قبر میں، محشر میں مولیٰ! ہے کرم کی التجا
یہ زباں سرکار کی مِدحت سے غافل ہو نہ جائے

●●

ورفعنا لک ذکرک

مدحتِ سرورِ کونین زمیں تا بہ فلک
انس و جاں پڑھتے ہیں، پڑھتے ہیں یہی حور و ملک
ورفعنا لک ذکرک
نورِ احمد سے ہوا قالبِ آدم روشن
اور اسی نور سے روشن ہے جہاں کا درپن
کہتی ہے شمس و قمر اور ستاروں کی چمک
ورفعنا لک ذکرک
پھول تو پھول ہیں اس دشت کے کانٹے مہکے
ان کی خوشبو سے سبھی اپنے پرائے مہکے
عظمتِ ذاتِ محمد پہ بھلا کس کو ہو شک
ورفعنا لک ذکرک
خوف کیا ہے جو ہے دنیا میں اندھیرا کافی
مجھ کو ہے اسمِ محمد کا وظیفہ کافی
غیر ممکن ہے غلامانِ نبی جائیں بھٹک
ورفعنا لک ذکرک

شاعری کے لیے نسخہ ہے یہ آسان پڑھو
نعت لکھنے کی تمنا ہو تو قرآن پڑھو
اس کے ہر لفظ میں ہے نعتِ محمد کی جھلک
ورفعنا لک ذکرک

ہم لکھیں نعت نظیؔر اس کا سلیقہ کب ہے
صدقہ حسّان کا ہر ایک کو ملتا کب ہے
اُن کا گن گان ہے بس کھاتے ہیں ہم جن کا نمک
ورفعنا لک ذکرک

●●

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

شافعِ محشر، ساقیِ کوثر
پڑھتا ہے کلمہ جن کا کنکر
پاؤں لگے تو موم ہو پتھر
بعدِ خدا جو عالی و برتر
اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

انگلی سے جن کے چشمہ رواں ہو
حکم سے سونا کوہِ گراں ہو
شمس دوبارہ نور فشاں ہو
اور ہو ٹکڑے ماہِ منور
اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

ذات پہ جن کی ختم نبوت
جن پہ ہو نازاں خود ہی رسالت
کیسے بیاں ہو ایسے کی مِدحت
ہونٹ ہیں شل اور لفظ ہیں ششدر
اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

تاجِ رفعنا سر کی ہے زینت
نعت میں جن کی اتری ہے آیت
زلف ہو یا ہو سیرت و صورت
سب ہیں کتابِ حق میں محرّر
اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

جن کی سواری خلد کا رفرف
جن کے لیے ہو عرش مکلّف
خلقِ خدا میں افضل و اشرف
طاہر و اطہر اور مطہّر
اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

ہادیِ برحق، دینِ مجسم
شمعِ ہدایت، رحمتِ عالم
جن کو بنایا حق نے مسلّم
علم کا منبع، فضل کا محور
اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

جن کا تبسم نور بکھیرے
جن کو ملائک رہتے ہوں گھیرے
جن کے لگاتے رہتے ہیں پھیرے
دھوپ میں بادل چھاؤں سا بن کر
اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

صدقے میں ان کے سن لے دعا تو
میرا بھی اور ان کا بھی خدا تو
کر دے عطا آدابِ ثنا تو
لوح و قلم کے خالق و یاور
اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر

نعت گوئی کیا ہے، شہرِ علم کا فیضان ہے!

صفدر امام قادری

صدر شعبۂ اردو، کالج آف کامرس، آرٹس اینڈ سائنس، پٹنہ

آج سے پندرہ برس پہلے جب واحد نظیر کی کتاب 'اسلحے، سکے اور ڈاک ٹکٹ میں اسلامیات: تحقیق و تجزیہ' منظر عام پر آئی تھی تو یہ محسوس ہوا تھا کہ ہماری بزم میں ایک ایسا شخص ابھر کر سامنے آرہا ہے جس کے پاس سنجیدہ علم اور تحقیقی فکر موجود ہے، تلاش و تجزیے کا ستھرا ذوق ہے اور قوتِ انشا میں اسے ملکۂ خاص حاصل ہے۔ ۳۵ ربرس کی عمر میں ایسی کتاب کا لکھ لینا واقعتاً باعثِ حیرت تھا۔ اب بھی اس موضوع پر اردو، فارسی، عربی اور تاریخ یا شعبۂ اسلامیات میں کہاں کوئی دوسری قابلِ ذکر کتاب یا تحقیقی متن تیار کر سکا؟ اس کتاب سے پہلے واحد نظیر کی شاعری غزل و نظم اور بالخصوص نعت گوئی کے حوالے سے خاصی مقدار میں سامنے آچکی تھی۔ تنقیدی اور تحقیقی مضامین کے ساتھ ساتھ اردو اور فارسی زبان میں تدوین کے متعدد کاموں میں بھی وہ پہلے سے مصروف تھے۔ آزاد بلگرامی کے مشہورِ زمانہ تذکرے 'یدِ بیضا' کی تحقیقی تدوین بھی انھوں نے اس دوران پایۂ تکمیل تک پہنچا دی تھی جو ایک ہزار صفحات سے زیادہ ضخیم مسودہ کے طور پر محفوظ ہے اور جسے آج تک اشاعت کا انتظار ہے۔ اس کے بعد 'رضا شناسی'، 'عرفانِ امین'، 'تذکرۂ ملک العلما'، 'معارفِ قاضی فضل کریم'، 'فیضانِ حضورِ اشرفی' اور 'ارمغانِ علامہ

ارشد‘ وغیرہ کتابیں جنھیں واحد نظیر نے ترتیب دے کر اشاعت کی منزلوں سے گزارا۔ ان تمام کے موضوعات کا رشتہ اسلامی تحقیق سے تھا۔ ادب وشاعری کے حوالے سے ’رونق اور کلامِ رونق‘، ’مکارمِ مسیحِ ملت‘ اور ’کلیاتِ مظفر حسین عظیم آبادی‘ کتابیں واحد نظیر کی تدوینی صلاحیت کے نمونے کے طور پر ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ اب سے تین چار برس پہلے ’ادب کُشا‘ عنوان سے ان کے تنقیدی و تحقیقی مضامین جلد بند ہو کر سامنے آئے اور اس کے بعض مضامین بڑی سنجیدگی سے مطالعے کا حصّہ بنے۔ ابھی تعلیمی اور تدریسی مضامین کی اشاعت کی باری نہیں آئی ورنہ واحد نظیر کی ایسی تحریروں کو کم از کم دو جلدوں میں شایع کیا جا سکتا ہے۔

ایسے اشخاص جو مختلف اصناف میں اپنی خدمات انجام دیتے ہیں، ان کے لیے ہمیشہ یہ مشکل ہوتی ہے کہ وہ کبھی ایک صنف کی طرف توجہ کرتے ہیں تو دوسری صنف کا سرا ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ تصنیف و تالیف سے لے کر اشاعت کے مرحلوں میں بھی توازن اور عدم توازن کا ایک خلفشار ملے گا۔ سب کے پاس رات دن کے چوبیس گھنٹے ہی ہوتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہوگی کہ واحد نظیر پچاس کی عمر پار کر لینے کے باوجود اپنے شعری سرمایے کو جلد بند کر کے عوام کے سامنے پیش نہیں کر سکے۔ انھوں نے اتنی بڑی تعداد میں قطعاتِ تاریخ کہے ہیں کہ ان کی پوری کتاب سامنے آ سکتی ہے۔ ان کی غزلوں اور نظموں کا مکمل مجموعہ بھی شایع ہو سکتا ہے۔ اسی طرح شروع کے دور سے ہی وہ نعت گوئی کے کوچے کی سیاحی کا شرف بھی حاصل کرتے رہے اور مذہبی یا ادبی حلقوں میں انھیں نعت گو کی حیثیت سے باضابطہ طور پر پہچانا جاتا رہا ہے مگر تین دہائیوں سے زیادہ وقت گزرا، ان کی نعت گوئی کو جلد بند ہونا نصیب نہ ہو سکا۔ خدا خدا کر کے اب یہ موقع ہاتھ آیا ہے کہ ان کی نعتوں کا مجموعہ ’مدحت‘ کے نام سے اشاعت کی منزلوں تک پہنچ رہا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ آنے والے وقتوں میں تنقیدی و تحقیقی کاوشوں کے ساتھ اپنی شاعری اور تاریخ گوئی کی طرف بھی وہ متوجہ ہوں گے اور اس موضوع سے بھی ان کی علاحدہ کتابیں جلد شایع ہوں گی۔

فن کے اعتبار سے نعت گوئی دو دھاری تلوار پر چلنے کا ہنر ہے۔ موضوع مخصوص ہے مگر غزل اور نظم کے کوچے کا عام مسافر کب راستے سے بھٹک جائے اور راندۂ درگاہ قرار دے دیا

جائے، کسے معلوم؟ اگر موضوع کے ارتکاز میں شعر بگڑ گیا یا یوں ہی سا بن کر رہ گیا تو اسے معیاری نعت کہنا مشکل ہے کیوں کہ یہ سوال ازخود پیدا ہوتا ہے کہ پہلے وہ نوشتہ شعر تو ہو، نعت یا قصیدہ تو اسے بعد میں سمجھا جائے گا۔ شاید یہی وجہ ہوگی کہ دو چار نعتیں کہنے والے شعرا کی تعداد ہزاروں میں ہوگی اور ہر دور میں رہی ہے مگر باضابطہ نعت گوئی کو اپنی تخلیقی سرگرمیوں میں سرِ فہرست رکھنا آسان کام نہیں۔ اسی لیے ادبی تاریخ میں نعت گوئی سے مستقل طور پر متعلق ہونے والے شعرا کی تعداد بہت ہی محدود رہی ہے۔ ایسے شعرا جو اسلامی تاریخ کے ارتقا سے پورے طور پر واقف ہیں اور نعت گوئی کو بہ طورِ فن کامیابی کے ساتھ آزما رہے ہیں، ان کی تعداد مزید کم ہے۔ واحد نظیر ایسے ہی شعرا میں ہیں جنھوں نے اپنی شعر گوئی کے مرکز میں تخلیقِ نعت کو رکھا اور صرف روایتی موضوعات کے دائرے میں رہ کر اس خدمتِ شعر سے وہ عہدہ برآ نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی تحقیقی اور علمی شان کا بہترین استعمال کرتے ہوئے اپنی نعتوں کے موضوعات کا دائرہ بے حد وسیع کر دیتے ہیں جس کے سبب ان کی نعتیں صرف جذب و مستی اور عقیدت کا مظہر نہیں بلکہ یہاں ان کی عالمِ دین کی حیثیت بھی واضح طور پر اجاگر ہو جاتی ہے۔

دنیا کی ہر زبان اور قوم کے شعری اور ادبی سرمایے کی بنیاد میں تہذیب و ثقافت اور مذہب کی واضح نمایندگی ہوتی ہے۔ یونان، مصر، روم، عرب، ایران، چین اور ہندستان وغیرہ ممالک کے قدیم ادب کی یہ خاص پہچان ہے کہ اس عہد کے مذہب اور ثقافتی رویوں کی وہاں ترجمانی ملتی ہے۔ اسلام کی آمد کے بعد عرب و ایران میں نئی ثقافت کی بنیادیں قائم ہوئیں مگر ان اقوام میں اسلام سے پہلے کے ادب سے رغبت قائم رہی۔ اہلِ ایران نے ماقبل اسلام کے ادب سے خود کو تہذیبی اور ثقافتی طور پر کچھ اس طرح سے جوڑ کر رکھا ہے جیسے وہ اسے ناقابلِ تقسیم وراثت سمجھتے ہوں۔

اردو کی پیدائش اور نشو و نما ہندستان کے اس خطے میں ہوئی جہاں ہندو تہذیب کے علمی زوال اور بودّھوں کے ساتھ ساتھ اہلِ اسلام کی تعلیم و تدریس یا تبلیغ کی سرگرمیاں چل

رہی تھیں۔ادب صرف مذہب کے تابع نہیں رہ گیا تھا بلکہ وہ مقامی اور عمومی انسانی تہذیب کے ساتھ ساتھ انسان کی دیگر ضرورتوں کی پیش کش میں بھی معاون تھا۔عربی، فارسی، سنسکرت اور پالی زبانوں کی تہذیبی فضا میں اردو جیسی ایک نئی زبان کی جو پرورش و پرداخت ہوئی، اس میں ایک کثیر لسانی اور کثیر تہذیبی رویہ بھی شامل ہوا۔روایاتِ شعر و ادب میں لین دین اور رموز و علائم یا اصنافِ سخن کی درآمد کا ایک سلسلہ شروع ہوا۔اردو شعرا نے مثنوی اور غزل کے ساتھ ساتھ حمد و نعت اور منقبت یا عارفانہ کلام کی جو بنیادیں قائم کیں، وہ حقیقت میں فارسی شعرا کی پیروی ہی تھی۔اسی لیے ابتدا سے اردو شعرا نے ادب کی ثقافتی بنیادوں کی شناخت میں عمومی انسانی رویوں کے ساتھ ساتھ مذہبی موضوعات کی شمولیت کا سلسلہ رکھا۔قصائد،مثنویات اور مراثی میں تو یہ چیزیں موجود ہیں ہی مگر غزل و نظم اور پھر دوسری ایسی صنفوں میں بھی ان کی سمائی محسوس کی جا سکتی ہے۔

اردو کی روایتی اصنافِ سخن میں قصائد اور مثنویوں میں نعت یا وصفِ نبی کی موجودگی ابتدائی دور سے نظر آتی ہے۔رباعیات کا بھی ایک اچھا خاصا سرمایہ نعتیہ اور عرفانی موضوعات کے اردگرد موجود رہا ہے۔مراثی میں تہذیب و ثقافت اور مذہبی علوم کی پرچھائیاں ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہیں۔یہ کلاسیکی اصناف چوں کہ ہندستانی خطے میں نشو و نما پا رہی تھیں، اس لیے ان میں عرب و ایران کی فضا پورے طور پر جلوہ گر نہیں ہوئی بلکہ ایک مخصوص ہندستانی تہذیبی فضا میں مذہبی امور داخل ہوتے چلے گئے۔یہ بات غور طلب ہے کہ انیس و دبیر کے مراثی اور خاص طور سے محسن کاکوروی اور بیکل اتساہی یا اجمل سلطان پوری کی نعتوں میں جیسی ہندستانی فضا ملتی ہے، وہ اس بات کا اشاریہ ہے کہ ان شعرائے کرام نے نعت گوئی یا مرثیہ نگاری کے مرحلے میں ایک امتزاجی ادبی رویے کو فروغ دینے میں کامیابی پائی۔اگر ایسا نہ ہوتا تو مراثی یا نعتوں کو اردو میں بڑی ادبی صنف کے طور پر قبول کرنے والے زیادہ لوگ سامنے نہیں آتے۔لکھنؤ کے مرثیہ گویوں نے مرثیہ نگاری کے سرمایے میں جی جان سے اضافہ کیا اور اس کا علمی و ادبی اعتبار کچھ

اس قدر بڑھایا جس سے مرثیہ گوئی اردو کی کلاسیکی صنفوں میں مقامِ اعتبار حاصل کرنے میں کامیاب رہی مگر یہ صورتِ حال صنفِ نعت کو میسّر نہ ہوسکی۔

اردو کے بڑے شعرا میں ایک بھی ایسا شاعر نظر نہیں آتا جس نے نعت گوئی کو اپنی زندگی کا سامان بنایا ہو اور اسی صنفِ ادب کو ترقی دینے میں اس نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کا استعمال کرلیا ہو۔ بیسویں صدی سے پہلے کے شعرا میں صنفِ قصیدہ میں نعت گوئی کو بہ طورِ موضوع منتخب کرنے کی گنجایشیں پیدا ہوئیں۔ سودا اور آخری دور میں محسن کاکوروی نے اس صنف کے حوالے سے اعلا ادبی سرمایہ یادگار چھوڑا۔ ان شعرا کے علاوہ چند مذہبی اور علمی شخصیات کے نام لیے جاسکتے ہیں جنھوں نے باضابطہ طور پر نعت گوئی کی طرف توجہ کی۔ خاص طور سے اس ضمن میں اعلا حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا ذکر اہمیت کا حامل ہے۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں حالی اور اقبال نے باضابطہ طور پر بعض ایسی نعتیں کہیں یا اپنی منظومات میں حضور اقدسؐ کے ذکر اور اس کے متعلقات پر روشنی ڈالیں جنھیں فکر و فن کے اعتبار سے اعلا مقام عطا کیا جاسکتا ہے مگر معیار اور مقدار کے نمونے ہمیں زیادہ نظر نہیں آتے۔

پوری بیسویں صدی کو سامنے رکھیے تو یہ بات صاف طور پر نظر آتی ہے کہ شعر و ادب میں ممتاز فن کاروں کے بہ مشکل علاحدہ نعتیہ مجموعے شائع ہوئے۔ ایسے شعرا جنھوں نے صنفِ نعت کو آزادانہ طور پر جلد بند کیا اور اس صنف کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا، ان کی تعداد سیکڑوں میں ہی پہنچتی ہے جب کہ نظم و غزل کے حوالے سے یہ تعداد ہزاروں سے بھی بڑھ سکتی ہے۔ ہاں! ایسے شعرا بھی ایک مختصر تعداد میں نظر آتے ہیں جنھوں نے صرف نعتیں کہیں یا زیادہ سے زیادہ نعتیں پیش کیں اور خود کو نعت گو کے طور پر پہچانے جانے کے لیے پیش کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ایسے شعرا کے ادبی مقام و مرتبے کے تئیں ابھی تک زیادہ سنجیدہ کوششیں شروع نہیں ہوئیں۔

واحد نظیر اپنی تنقید، تحقیق اور غزل گوئی یا تاریخ گوئی کے مقابل خود کو نعت گو کے بہ طور پیش کرتے ہیں۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ غزل گوئی یا تاریخ گوئی سے پہلے وہ نعتوں کا مجموعہ لے کر حاضر ہیں۔ اس سے غالباً وہ کھلے بندوں اصرار کرتے ہیں کہ انھیں باضابطہ طور پر نعت گو سمجھا جائے۔ ان کی ایک سو نعتوں سے گزرتے ہوئے یہ بات قبول کی جانی چاہیے کہ وہ اس صنف کے فی زمانہ نئے معیار و مراتب متعیّن کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو وہ کس طرح اپنی شاعرانہ صلاحیتوں اور جذب و کیف پر ایسی قدرت کا ثبوت دے پاتے۔ جس سنجیدگی سے انھوں نے اس مجموعۂ کلام کو پیش کیا ہے، اسی انداز میں اس کے مشمولات کا جائزہ لیا جانا ضروری ہے۔

گذشتہ صفحات میں واحد نظیر کی عالمانہ حیثیت پر گفتگو ہو چکی ہے۔ وہ محقق بھی ہیں اور خدا کے فضل سے ان کے سینے میں کلام اللہ بھی محفوظ ہے۔ اس وجہ سے ان کی نعتوں میں مضمون کی سطح پر ایک ایسی علمی گہرائی نظر آتی ہے جس کی داد دینے کے لیے اُسی قدر اسلامی علم درکار ہے۔ مصرعوں میں جس روانی سے قرآن اور احادیث سے استفادہ کیا گیا ہے، وہ حیرت انگیز ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ اس پہلو سے ان کی ایماندارانہ قدر شناسی میں راقم الحروف کی کم مائیگی حائل ہے۔ اس بے بضاعتی کے لیے ابتداً معذرت طلب کرتا ہوں۔ ممکن ہے، آنے والے وقت میں کوئی ایسا اہل نقاد واحد نظیر کو نصیب ہو جائے جو اُن کی نعتوں کی علمی حیثیت کی داد دے سکے اور اس پہلو سے ان کے اعتبار کو واضح کر سکے۔

صنفِ نعت ہر دوسری صنف کی طرح کچھ روایتوں سے گھری ہوئی ہے اور بعض جدتوں کا بھی تقاضہ لیے ہمیں میسر آتی ہے۔ ایک نعت گو کے سامنے ایسے دونوں پہلو آواز لگاتے رہتے ہیں۔ کیا نعت گو مشہور مضامین کی گردان کر کے مطمئن ہو جائے یا نعت گو فکر و فن کے نئے جہانِ معنی تک آزادانہ طور پر اڑان بھرے؟ کیا نعت گو غزل گو کی طرح ہی چلتا پھرے؟ کیا ہر نعت گو کو بڑے شاعر کی طرح اپنی ایک نئی بساط بچھا کر آگے بڑھنا چاہیے؟ ایسے

متعدد حقائق اور سوالوں کے بیچ واحد نظیر کی ان نعتوں کے مطالعے سے ایک خوشگوار کیفیت کا احساس ہوتا ہے کیوں کہ انھوں نے ہر پہلو سے ایک امتزاجی رُخ اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے نعتیں کہیں اور غزل کی ہئیت کو افضلیت دی مگر ان نعتوں کو غزل نہیں بننے دیا۔ انھوں نے نعتیں کہیں اور انھیں قرآن و احادیث سے مستند بنایا مگر شعر گوئی اور مضمون نویسی کے علمی تقاضوں کے فرق کو بھی سمجھا۔ انھوں نے اپنے بزرگوں کے آزمائے ہوئے مضامین میں سے بہت سارے بنیادی امور کو اپنی نعت گوئی کا حصہ بنایا مگر نئے مضامین کی تلاش میں خوب خوب مشقت کی اور کوشش کی کہ کل جب تاریخ لکھی جائے تو بعض نئے مضامین کی شمولیت کے لیے ان کے کلام کو بھی بہ طورِ مثال لوگ پیش کر سکیں۔ انھوں نے صنفِ نعت کی مقررہ حدود میں رہتے ہوئے ایک طرف روایت کے بہترین خدمت گار ہونے کا فریضہ ادا کیا مگر دوسری طرف انھیں یہ یاد رہا کہ وہ اردو شاعری کے ایک بہترین طالب علم بھی ہیں اور انھیں یہ بات بھی معلوم تھی کہ کسی صنف کی حدود میں اپنے حصے کی اختراعی شان کو نہ شامل کیا جائے تو فکر و فن کے بعض نئے دریچے کیسے وا ہوں گے۔ اس بات کے ملحوظِ نظر ہم بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ بے شک واحد نظیر نے اپنی نعتوں میں ان نئے مضامین، نئے اسالیب اور نئی جہتیں قائم کی ہیں۔

ایک عام فن کار اور ایک نعت گو کے درمیان کیا فرق ہوتا ہے اور کوئی نعت گوئی کے کوچے میں کیوں کر چلا آتا ہے، واحد نظیر کے یہاں یہ موضوع توجہ کے ساتھ زیرِ بحث رہا ہے۔ وہ اس بات کو اپنے ایمان کا حصہ مانتے ہیں کہ نعت گوئی توفیقِ خداوندی ہے۔ یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا مگر یہ توفیق عام شعر گوئی سے مختلف سلیقے کے ساتھ قرطاس پر اپنا وجود متعین کرتی ہے۔ واحد نظیر کے چند ایسے اشعار ملاحظہ کیجیے جہاں از خود یہ بات واضح ہو جائے گی کہ وہ نعت گوئی کے کوچے میں کس طرح اور کس جذبے سے حاضر ہوئے ہیں:

بشر سے مدحتِ محبوب جیسا کام لینا تھا　　شرف اللہ نے یوں ہی نہیں بخشا نیابت کا

بادِ صبا بھی نعت کا موضوع بن گئی　　چومے جو اس نے گیسوِ خم دارِ مصطفےٰ

نعت گوئی کے لیے پہلے نبی کے نام پر
ارضِ دل، قسطِ تخیل کا قبالہ چاہیے

نعت گوئی تو نظیر اللہ کا احسان ہے
جب ہوا اس کا کرم ذہنِ سخن ور جاگ اٹھا

نعت گوئی کیا ہے، شہرِ علم کا فیضان ہے
ورنہ کس کا سوچنا ہے اور کس کا بولنا

واحد نظیر ! مشقِ سخن ،شعر و شاعری
کارِ عبث ہے مدحتِ سرکار کے بغیر

یہ حرف ، یہ نوا ، یہ صدا ،آپ کا کرم
ورنہ ہنر کسے یہاں شیشہ گری کا ہے

یہ کہہ کے 'واصفِ شاہِ ہدیٰ نظیر ہوا'
فرشتے اپنوں میں کرتے ہیں اشتہار مرا

نظیر انسان کے بس میں نہیں مدح و ثنا ان کی
خدا توفیق دے تو نعتیہ اشعار ہوتے ہیں

نقشِ قدم پہ ہم بھی حسان کے ہیں شاہا
اک دن نواز دیتے دربار میں بلا کے

ہنر زبان و بیاں کا نظیر اپنی جگہ
تجھے سلیقۂ مدحت نہیں تو کچھ بھی نہیں

کاغذ پہ رقم ہوتے رہے شعر نعت کے
برروے زمیں ہوتا رہا آسماں قلم

وجہہ واحد نظیر مدحت ہے
یہ جو رشکِ ملائکہ ہیں آپ

غلامی ہے یہ شاہِ انبیا کی
نہ یوں ہی بادشاہت لگ رہی ہے

پہنچ کر بارگاہِ مصطفٰے میں
ثنا سر تا پا لکنت لگ رہی ہے

میرِ مجلس ہوا ملائک میں
کیا تھا واحد نظیر ،کیا ہے آج

نعت گو کے لیے موضوع کے اعتبار سے ارضِ مدینہ کی بنیادی حیثیت ہے۔ایک عام شاعر اور ایک شاعرِ ذہنِ رسا میں کیا فرق ہوتا ہے،اس کو سمجھنے کے لیے واحد نظیر کے اس مجموعے پر ایک سرسری نگاہ ڈالنا کافی ہے۔اس حصے میں شاعر نے کیسے کیسے مضامین اور عقیدت، جذب و مستی کے کیسے کیسے پھول نچھاور کیے ہیں،اس کا اندازہ شاعر کے ایسے اشعار سے ہی لگایا جا سکتا ہے جہاں ایک بھرپور والہانہ کیفیت موجود ہو۔ ذیل کے اشعار یک نظر ملاحظہ کریں:

لمس پائے نبی سے تو معمور ہے
کوے طیبہ ترے پیچ و خم محترم

مجھے یہ لگتا ہے ،جنت ہے دیکھی بھالی سی
مدینہ جب سے میں تیری گلی سے واقف ہوں

بے کار ہی تو میرے مقابل ہے ماہتاب — چہرے پہ خاکِ کوے نبی پہلے مَل کے آ
واحد نظیر کعبے کا کعبہ ہے سامنے — سانسوں کو اعتدال میں کر لے، سنبھل کے آ

بات خاکِ درِ نبی کی ہے — دارو، درماں، دوا، شفا کی بات

خاکِ درِ رسول ملے اور نہ مَل سکے — ایسی جبیں پہ خاک، رہے یا نہیں رہے
دیکھا دیارِ پاک تو بے ساختہ کہا — مولا کرے نظیر کی جنت یہیں رہے

مدینے سے آیا مرا جسم لیکن — بہ شکلِ دل و جاں وہیں مَیں ابھی ہوں

اسیر کر کے مدینے میں ڈال دے مجھ کو — کہ طے ہو میری جزا یا سزا مدینے میں
نظیر کعبے میں جا کے دعا یہ کر پاتے — خدایا آئے ہماری قضا مدینے میں

آپ نے دیکھی ہے جبریلِ امیں جنت بھی — کیسی لگتی ہے وہ طیبہ کی گلی کے آگے

اپنی پلکوں سے چومتا جاؤں — میں جو پہنچوں کبھی گلی ان کی

مجھے ہے رشک مقدر پہ اور تاسف بھی — لکھا تھا جانا وہاں، خاتمہ لکھا نہ گیا

جہاں کی گرد سے گردوں بھی اپنی مانگ بھرے — خوشا نصیب! ملی ایسی بارگاہ مجھے
خدا کا، خود کا، خودی کا پتا یہیں سے ملا — بہت عزیز ہے ان کی قیام گاہ مجھے

اب نظر میں غبارِ طیبہ ہے — کہکشاں سے یہ کہہ دیا ہے آج

سلیقہ دیکھ کے کوے نبی کے ذرّوں کا — فلک ستاروں کو ترتیب دیتا رہتا ہے

جہاں کی گرد سے گردوں اپنی مانگ بھرے، آسماں ستاروں کو کوے نبی کے ذرّوں کے مماثل ترتیب دیتا ہے، خاکِ درِ نبی حسن افزا بھی ہے اور شفا بخش بھی۔ ان منطقوں کے ساتھ شاعر کی آخری منطق واضح ہے 'کہ طے ہو میری جزا یا سزا مدینے میں'۔ غرض ارضِ مدینہ اس مجموعۂ نعت میں مضامین اور منطق کی اتنی کیفیتوں کی حامل ہے جس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ از اوّل تا آخر یہاں زندگی بہ دامانی ہے۔

وہ کون شخص ہے جس کی یہ آرزو نہ ہو کہ وہ دیارِ طیبہ تک پہنچے، مدینہ جانے کی خواہش اسلامی دنیا کے ہر فرد کی ایک لازمی خواہش ہے۔ ایک نعت گو کے لیے یہ پہلا سوال

ہوتا ہے۔ واحد نظیر کے اس مجموعے میں یہ موضوع بڑے انوکھے مناطق کے ساتھ شعر کا حصہ بنا ہے۔ انھی کے لفظوں میں موضوعِ زیرِ بحث ملاحظہ کریں:

مجھے یقیں ہے ابھی موت آ نہیں سکتی ۔۔۔ ابھی خدا نے مدینہ کہاں دکھایا ہے
فرشتے میری میّت کو مدینے منتقل کر دیں ۔۔۔ مرا دل ہے مدینے میں، ہوں باشندہ مَیں بھارت کا
مجھے آنکھوں کی ویرانی سے اب وحشت سی ہوتی ہے ۔۔۔ شرف حاصل ہو مجھ کو بھی مدینے کی زیارت کا

ایک نعت گو کے لیے یہ مرحلہ بنیادی نوعیت کا ہے کہ وہ حضورؐ کی زندگی کے کن پہلوؤں کو شعر میں پیوست کرے کہ نعت کا مضمون کھل اٹھے۔ پہلے سے بھی شعرائے کرام کے کلام اور دیگر مذہبی کتابوں کے صفحات بھرے پڑے ہیں جہاں حضورؐ کی زندگی آئینے کی طرح روشن ہے۔ ایک نعت گو کے طور پر واحد نظیر نے اپنی فکر کے واقعتاً نئے دریچے روشن کیے ہیں۔ یہاں وہ صرف شاعر نہیں، صرف عالم نہیں، صرف ناعت نہیں، صرف عاشق نہیں؛ بلکہ ان سب کی ایک ملی جلی کیفیت سامنے آتی ہے۔ چند اشعار اس ذیل میں ملاحظہ کریں:

لکھ بہ صد تفصیل شرحِ نعل و پا پوشِ نبی ۔۔۔ اور جلی عنوان اس کا تاج لکھ، دستار لکھ
یہ صبح و شام ہوتی ہے یا کائنات پر ۔۔۔ پڑتا ہے عکسِ گیسو و رخسارِ مصطفٰے
یہ شمس و قمر اور یہ ستاروں کی انجمن ۔۔۔ دراصل سب ہیں پرتوِ رخسارِ مصطفٰے
چاند، سورج، ستارے، مشک، گلاب ۔۔۔ مصطفٰے کی اک اک ادا کی بات
تاج، دستار، طرّہ، کلغی، کلاہ ۔۔۔ بخششِ نعلِ مصطفٰے کی بات
اک بار دیکھتا جو مرے چاند کی طرف ۔۔۔ کوئی نہ جاتا مصر کے بازار کی طرف
ان کے نقشِ پا کے بدلے نعمتیں سب تول دوں ۔۔۔ جسم بھی پتّھر بنے، آنکھیں تو پتّھر ہو گئیں
کوئی شعبہ، کوئی گوشہ سب ہے ممنونِ کرم ۔۔۔ زندگی لکھ، بندگی لکھ، دین لکھ، ایمان لکھ
اُمّی لقب وہی ہے، وہی شہرِ علم بھی ۔۔۔ اک روشنی ہے پھوٹ رہی ہے حجاب سے
ہے یہی قرآنِ ناطق، صفحہ صفحہ بولنا ۔۔۔ پیارے پیارے مصطفٰے کا چلنا پھرنا بولنا

تاریخ کے اوراق سے نئے مضامین کی تلاش و جستجو ہر نعت گو کا خاص طور رہا ہے۔ واحد نظیر حضورؐ کی سیرت پیش کرتے ہوئے ان واقعات اور تاریخی حوالوں سے کیوں کر گریزاں ہوں۔ انھوں نے خاص انتخاب سے کام لیا ہے اور کوشش کی ہے کہ ہزاروں واقعات میں سے محض چند ایسے واقعات پیش کر کے حضورؐ کی زندگی کو روشن کرنے میں کامیابی پائیں۔ یہ مرحلہ آسان نہیں تھا مگر انھوں نے مضامین کی گردان کے مقابلے شاعری اور فکر و فن کے اس اصول کو اولیت دی ہے جہاں مضامین کی گردان کی اہمیت تو ہے مگر انتخاب اور نمایندہ باتیں پیش کرنے کو زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔ ایسے چند اشعار ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

عدو کی مٹھی میں محصور کنکروں نے بھی
خدا گواہ کہ نعتِ نبی سنایا ہے

کفر کی آغوش میں بوجہل خود سوتا رہا
اور گواہی کے لیے بے جان کنکر جاگ اٹھا

نقشِ قدم کو دل میں بسانے کے واسطے
تاریخ جانتی ہے کہ پتھر پگھل گیا

ان کی خاطر تو خدا قبلہ بدل دیتا ہے
جان کیا چیز ہے ناموسِ نبی کے آگے

تری آمد سے ظلمت نور میں بدلی تو حیرت کیا
تری خواہش پہ مولا بندوں کا قبلہ بدلتا ہے

دستِ دشمن کی بند مُٹھی میں
نعت پڑھتی ہے کنکری ان کی

مکّے میں دشمنانِ نبی ہیں تو کیا ہوا
ہیں منتظر مدینے میں انصارِ مصطفیٰ

لکھ کہ بادل دھوپ میں ہے سائبانی کے لیے
کنکری مشتِ عدو میں تابعِ فرمان لکھ

صلح جو فتحِ مکّہ کی تمہید بنی
جیت سے پہلے مات سمجھ میں آئی ہے

رُک گئے جبریل بھی یہ کہہ کے سدرہ کے قریب
رب ہی جانے کیا حقیقت ہے رسول اللہ کی

آج رفتار ہر اک شَے کی ہوئی کیوں منسوخ
وقت حیراں ہے، کہاں کون چلا آج کی رات

نہ کوئی پردہ، نہ دیوار اور نہ دوری ہے
ہے آج سکتے میں حدّ تعیّنات کی روح

سیرت کی پیش کش میں واحد نظیر اپنی شعر گوئی کے ایک نئے پڑاو کی طرف بہ صد شوق آتے ہیں۔ صنفِ نعت کا دائرۂ کار صرف عہدِ رسالت ہے یا آج کی زندگی بھی موضوعِ

بحث بن سکتی ہے، یہ ایک بنیادی سوال ہے۔ جوش ملیح آبادی نے اپنے مرثیے میں جب ہندستان کی قومی تحریک اور سرمایہ دارانہ نظام کے جبر کو موضوع بنایا تھا، خود ایک بڑے حلقے میں یہ بات بحث کا باعث رہی۔ اسے رواجِ عام تو نصیب نہیں ہوا مگر تسلیم کیا گیا کہ جوش نے مرثیہ گوئی کے نئے راستے تلاش کیے۔ واحد نظیر نے ہماری نعتوں میں ان نئے راستوں کی تلاش کو شامل کیا ہے۔ ان کی غزلوں میں بھی بعض مخصوص موضوعات کی تکرار موجود ہے۔ خاص طور سے سماجی عدم مساوات کی طرف وہ بار بار توجہ کرتے ہیں۔ جبر اور ناانصافی کے خلاف ان کا ذہن ہمیشہ بیدار رہتا ہے۔ وہ شعر گوئی کے ساتھ ساتھ سماجی انصاف کے راستے کے مسافر بھی معلوم پڑتے ہیں۔ برابری اور انصاف کی اس طلب میں جب وہ آقائے کائنات کے دربار میں پہنچتے ہیں تو نئی فضا اور نئی کیفیتوں کا سامان ہمارے روبرو ہوتا ہے۔ اگر اس بات پر خاص توجہ دی جائے تو واحد نظیر کی نعت گوئی کا ایک ایسا نیا دریچہ کھلتا ہے جسے زیادہ شعرا نے ابھی تک آزمایا نہیں ہے۔ یہاں تاریخِ اسلام کے وہ ایک ایسے طالب علم کے طور پر ہمیں نظر آتے ہیں جسے اپنے عہد کے مسئلوں کے تناظر میں حضورؐ کی زندگی کے مطالعے کی توفیق اور توجہ حاصل ہے۔ ایسے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ابرِ سیہ نے پھر سے سورج کو ڈھک لیا ہے
باطل کا سر ہے اونچا، اے مالک حقیقی

شہنشاہا! اس امّت کو ہدایت کی ضرورت ہے
کہ خیر و شر ہوئے شیر و شکر آہستہ آہستہ

واسطہ محبوب کا فاروقِ ثانی بھیج دے
ہے مسلّط سر پہ مولا پھر سے دورِ آزری

ہم غلامانِ محمد سے الجھنا چھوڑ دے
فکر کچھ اپنی بھی تو اے گردشِ ایّام کر

پھر اسے فاروق وحیدر کی ضرورت آپڑی
حالتیں دنیا کی آقا، بد سے بدتر ہو گئیں

وردِ جاں نام نبی ہے تو سکوں حاصل ہے
ورنہ تیور میں اِدھر موجِ بلا آتی تھی

حضرت عمر کی پھر سے ضرورت ہے دین کو
بوجہلِ وقت پھر سے شہا تاج ور ہوئے

نخوت، انا، غرور، رعونت، ریا، خودی
اس بارگاہِ ناز میں سب کو کچل کے آ

اے غم رسیدہ خلقِ خدا، مسئلوں کا حل
کوئی نہیں حضور ہیں، ہاں ہاں حضور ہیں

اہلِ دول سے کہہ دو واحد نظیر ہم ہیں
ٹکڑوں پہ پلنے والے سلطانِ دوسرا کے

سُنا ہے میلہ لگا ہے حسین چہروں کا
چلو تو دیکھیں نبی کا بلال ہے کہ نہیں

نظام دنیا میں آیا رسولِ رحمت کا
زمانہ تیرا اب اے طرزِ آمرانہ گیا

عبث ہی لوگ ترازو اٹھائے بیٹھے ہیں
عطا کیا ہے انھیں رب نے اختیار بہت

ذات وہ ایسی جس کے کرم کی چھانو میں دنیا پلتی ہے
پیڑ گھنا وہ ایسا جس کی سارے جہاں میں پھیلی شاخ

آپ کے قدموں میں تھا تو ٹھوکروں میں تاج تھا
آپ نے پھیریں نگاہیں، لوگ ٹھکرانے لگے

ایسے موضوعات اس مجموعۂ نعت میں بار بار سامنے آتے ہیں جہاں انصاف اور ایمان کو بنیاد کا پتھر مانا گیا ہے۔ واحد نظیر مذہب اسلام اور آقاے نامدار کو کمزوروں کے طرف دار اور مظلوموں کے والی کے طور پر پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ مذہب اسلام کی اس خاص جہت سے تعبیر وتشریح آج کے وقت میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ واحد نظیر نے اپنی نعتوں میں ایسے موضوعات کی طرف ہماری خاص توجہ دلائی ہے۔ یہاں شاعر صرف نعت خواں نہیں بلکہ وہ سماجی مفکر اور روحِ عصر کا نباض بھی معلوم ہوتا ہے۔ چند اشعار اس نوعیت کے ملاحظہ کیجیے تا کہ نعت گوئی کے باب میں واحد نظیر کے اجتہادی رخ کو سمجھا جا سکے:

اونچے دربار سے نسبت کا شرف اونچوں کو
چاہے وہ حبشی ہو یا ہو عجمی اونچا ہے

اے آسمان اگر تو بہ ضد ہے گردش پر
نبی کی یاد ہمارا بھی سائباں ٹھہری

جو غلامِ مصطفیٰ ہیں، ان کی نظروں میں نظیر
ہیچ ہیں سب شان وشوکت، کرّ وفر، نام ونمود

بحرِ رحمت سے نبی کے ایک قطرہ چاہیے
ہم ہیں چھوٹے لوگ؛ اور چھوٹوں کو کتنا چاہیے

ان کی چوکھٹ پہ سلاطینِ جہاں کہتے ہیں
شاہی سے منصبِ جاروب کشی اونچا ہے

چراغِ عشقِ احمد سے اسے آباد رکھنا ہے
محل دل کا نہ ہو جائے کھنڈر آہستہ آہستہ

زمانہ، سلطنت، سرحد، ہیں سب الفاظ بے معنی
نبی کے نام کا سکّہ جو چلتا ہے تو چلتا ہے

شہا تیری غلامی کی سند مل جائے کافی ہے　　　نہ میں حوروں کا شیدائی، نہ میں دیوانہ جنت کا

واحد نظیر مزاج کے اعتبار سے نعت خواں اصحاب کے اُس حلقے سے تعلق رکھتے ہیں جن کے یہاں خلوص، سپردگی اور مروّت کے وسائل بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس وجہ سے بعض نعت گو شعرا کی طرح وہ طنز، پھبتی یا مناظرانہ رُخ اختیار نہیں کرتے۔ اختلافی اور مسلکی امور میں بھی ایک خاص رکھ رکھاو کا عالم ہے۔ تاریخِ اسلام کے وہ بہترین طالب علم ہیں، اس لیے وہ خدا اور حبیبِ خدا یا توحید و رسالت کے باب میں سرسری نہیں گزرتے بلکہ انھیں اپنی منطق پیش کرتے ہوئے ہر امر کا پتا ہوتا ہے کہ انھیں کون سی بات کہنی ہے اور کون سی نہیں۔ اقبال نے کبھی یہ کہا تھا: نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر۔ واحد نظیر کی زبان سے یہ موضوع ملاحظہ کریں:

میانِ طالب و مطلوب کیا ترا واعظ　　　بساطِ عشق اگر ان کا آستاں ٹھہری

نظیر! جو ہے نبی کا، وہ ہے خدا کا بھی　　　نہ التباس ہے اس میں، نہ اشتباہ مجھے

وہ عبادت تھی خدا کی، رخ تھا کعبے کی طرف　　　یہ نمازِ عشق ہے، دل جانبِ طیبہ کریں

توحید، عشقِ احمد مختار کے بغیر　　　چھت کا گماں بھی جہل ہے دیوار کے بغیر

لفظ، آیت، سورہ، پارہ، صفحہ صفحہ پنکھڑی　　　الغرض قرآن سرتا سر ہے سیرت کا گلاب

ڈھونڈنا ہے سیرت و قرآن میں ہی حل نظیر　　　وہ نبیِ آخری ہیں، یہ کلامِ آخری

قولِ رحمان علّم القرآن　　　علم و حکمت کی انتہا ہیں آپ

محبت اور عشق نعت کی روح ہیں۔ واحد نظیر کے یہاں اس کی متعدد شکلیں ملتی ہیں۔ کہتے ہیں، ہر شخص نعت نہیں کہہ سکتا۔ نعت کہتے ہوئے بیان کے آداب تو مقرر ہیں ہی مگر آپ کے تخلیقی جلال کا بھی امتحان سامنے آجاتا ہے۔ واحد نظیر ان نزاکتوں کو بہر طور سمجھتے ہیں اور اپنی نعتوں میں بار بار بصد عجز اس کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔ ذیل کے چند اشعار خصوصی توجہ چاہتے ہیں جہاں واحد نظیر ایک نعت گو کی حیثیت سے آدابِ محفل اور اپنی

استعداد یا توفیقِ ہنرمندی کے نتائج پیش کرتے ہیں:

اے نظیر آقا کی باتیں باادب باہوشیار
ہو نہ جائے، ہو نہ ہو، یہ بولنے کا بولنا

بعدِ رب زیبا، انھیں تعریف سب
نعت لکھنا اس طرح آسان ہے

وہاں سانسوں کے زیر و بم پہ بھی آداب لازم ہیں
فرشتے بھی جہاں پھیلائیں پَر آہستہ آہستہ

نعتِ نبی کے باب میں لوح و قلم کے ہوش گم
لفظوں کے پیرہن ہوئے تبدیل تار تار میں

نبی کی نعت میں پڑتا ہے سابقہ اکثر
میں علم و فضل کی بے مایگی سے واقف ہوں

واحد نظیر خلفائے راشدین، صحابۂ کرام اور اہلِ بیت کی تاریخ سے بھی حسبِ ضرورت اپنی نعتوں کو وزن و وقار عطا کرتے ہیں۔ یہ باتیں ان کی نعتوں میں کچھ اس طرح سے شامل ہوجاتی ہیں جیسے ہمیں یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ مضامینِ نعت کے دائرۂ کار کو وسعت دے کر واحد نظیر ہمیں کیسے نئی زندگی اور روشنی عطا کررہے ہیں۔ اس سلسلے میں ایسے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

نبی کا شیر تھا، کوفے میں خسروانہ گیا
سرِ حسین گیا، قولِ مصطفیٰ نہ گیا

غم نہ کر، اے نظیر روشن ہے
ہر طرف مصطفیٰ کے گھر کا چراغ

کوفیو! کیا مٹ گیا باغِ رسالت کا گلاب
دیکھو ہر شاخِ لہو پر ہے امامت کا گلاب

یزید جیت کی بھی روح سرنگوں تم سے
نبی کی آل سے ہے سربلند مات کی روح

واحد نظیر کی نعتیں اردو کی عارفانہ شاعری میں اپنا خصوصی اعتبار اس وجہ سے بھی قائم کریں گی کیوں کہ یہاں ایک عجیب و غریب زندگی سے ہمارا سابقہ پڑتا ہے۔ عشق و وارفتگی کے مرحلے میں ایک ایسی گھڑی آتی ہے جب حواس قائم نہیں رہتے۔ جہاں خواب اور حقیقت کب اور کیسے مل گئے، پتا ہی نہیں چلتا۔ نعتیہ شاعری میں شوقِ فراواں نہ ہو تو کوئی شخص کیوں اس میدان میں آئے۔ واحد نظیر اپنی نعتوں میں ایک ایسے عاشقِ رسول کے طور پر نظر آتے ہیں جہاں سب کچھ مختلف طرح سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ کون سی دنیا ہے، اسے

پہچاننا اور نام دینا مشکل تر ہے۔ ذیل کے اشعار ملاحظہ کریں جہاں شاعر ایک دوسرے ہی عالم میں نظر آتا ہے اور غمِ ہستی سے بے پروا اپنی معراجِ عشق پر پہنچا ہوا نظر آتا ہے:

یہ دید کی گھڑی ہے نکیرین جایئے — ضائع نہ کیجیے وقت سوال و جواب میں

آرزو دل میں، تڑپ سینے میں، آنکھوں میں امید — مصطفٰی کے نور سے مٹّی کا یہ گھر جاگ اٹھا

قسمت سے میں ابھی ہوں دیارِ رسول میں — احسان ہوگا مجھ پہ فرشتے اجل کے آ

قبر کے، حشر کے وعدے پہ ہوں قانع لیکن — جب وہاں ہونا ہے، دیدار یہیں ہو جائے

تو جب کھلاتا پلاتا ہی ہے مرے مولا — کھِلا مدینے میں مجھ کو، پلا مدینے میں

کبھی یہ ٹمٹمائے اور کبھی یکسر بھبھک اٹھّے — چراغِ زندگی شاہانہ بجھتا ہے نہ جلتا ہے

درِ اقدس پہ جا کے لوٹ آنے کی بھی مجبوری — نظیر، اپنے مقدّر پر کفِ افسوس ملتا ہے

سرخ رو ہو لے یہی ہے وقت اے ذوقِ جبیں — عقل کے کہنے میں مت آ، دل کا کہنا چھوڑ کر

ثنا تھی زیبِ زباں، بام و در تھے آنکھوں میں — مَیں ایسے حال میں تھا، حالِ دل کہا نہ گیا

آج کیوں پانو زمیں پر نہیں پڑتے تیرے — تو نہ اس طور سے پہلے اے صبا آتی تھی

کہاں وہ روضے کے جلوؤں کی شانِ آقائی — کہاں یہ دید کی خواہش غلام آنکھوں میں

کبھی میں پلکیں، کبھی نظمِ کہکشاں دیکھوں — فراقِ طیبہ میں دونوں کا ایک حلیہ ہے

کہنے کو تو عام طور پر یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ نعت گوئی کی دنیا موضوعاتی اعتبار سے محدود ہے۔ باتیں طے شدہ اور مقرر ہیں۔ قرآن اور احادیث کے دفتر سے باہر نکل کر بساطِ شعر بچھانا ممکن نہیں۔ اسی لیے عام شعرا کے یہاں تکرارِ بیان اور واقعات کی گردان کا ہونا لازم ہے۔ اپنے حصے کی نئی منطقیں، بیان کے دو چار ڈھب ایجاد کر کے شعر گو قناعت کر لیتا ہے اور بالآخر حصولِ ثواب اور روایتِ شعر کی پاس داری کر کے اپنا فرض پورا کرتا ہے مگر یہ حقیقی نعت گوئی نہیں۔ واحد نظیر اس قبیلے کے فرد نہیں ہیں۔ وہ اپنے علم اور فنی صلاحیت کی بنیاد پر نعت گوئی کے دوران نئے مضامین کی تلاش و جستجو میں ہمہ وقت

سرگرداں رہے۔ اسی صفت نے انھیں نئے موضوعات اور نئے انداز میں باتوں کو کہنے کا سلیقہ بخشا۔ ذیل کے اشعار اس بات کا ثبوت ہیں کہ آخر کس طرح واحد نظیر نے ہماری زبان کی نعت گوئی میں نئے شاعرانہ نشانات متعین کیے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

ہاتھ کے پنجوں کو دیکھو تو ترا نام ملے — آئینہ دیکھوں تو چہرا ہے بنا نام ترا

ایسے انداز سے اللہ لکھا کاتب نے — مَے عرفاں کی صراحی سا لگا نام ترا

جب بھی احمد اور احد، اے کلکِ خوش رفتار لکھ — میم لکھ، واوین میں، قوسین میں اسرار لکھ

ظلمت نبی سے پہلے، اجالا نبی کے بعد — تاریخ کائنات ہے بس دو ہی باب میں

چاند سورج کے بنانے کا سبب اک یہ بھی تھا — آمنہ کے لال کو کوئی کھلونا چاہیے

دیارِ سیّد کونین تاج ہے اِس کا — یہی سبب ہے زمیں رشکِ آسماں ٹھہری

جاتا ہے سوے مرکزِ انوار، روز کیوں — مقدور ہو تو پوچھے کوئی آفتاب سے

لوگ چاہے جو بھی بولیں، چاند کے ٹکڑوں کو تم — آمنہ کے لال کا ٹوٹا کھلونا بولنا

یہ چاند، تارے، یہ سورج ہیں بس دکھانے کو — نبی کے نور سے کُل کائنات روشن ہے

سورج ہر ایک شام کو دیتا ہے حاضری — بے نور ہے وہ منبعِ انوار کے بغیر

خونِ جگر! ہے نذر کہاں ہونا، دیکھ لے — موتی کی طرح آنکھ کی سیپی میں پل کے آ

نعت کے شعر میں ڈھلتے نہیں یوں ہی الفاظ — روشنی حرف کے سینے میں اُتر جاتی ہے

قدم رنجہ کسی دن ہوں ہمارے دیدہ و دل میں — لحد میں، حشر میں، دیدار کی تمہید ہو جائے

جب کہا ناعت نے نعتِ سرورِ دیں پیش ہے — انس وجاں، حور و مَلک سب نے کہا: ارشاد ہو

اس لیے اوٹ میں بادل کی چھپا رہتا تھا — رو برو ہونے میں سورج کو حیا آتی تھی

لٹائے چاند ستاروں میں روشنی کی زکات — یہ کس کے صدقے میں سورج ہے مال دار بہت

ہیں دونوں ایک ہی چوکھٹ کے ریزہ چینوں میں — اے آسمان، نہیں تجھ سے کوئی ڈاہ مجھے

نسبتیں پانے کو ہوتا ہے مہین اور لطیف — ماہ، ہر ماہ ترے ناخنِ پا کی صورت

اک اشارے کا فیض ہے اب تک چاند کی ہے جو چاندنی اچھّی
بخشا مرے رسول نے وہ طرزِ زندگی صحرا کے گاؤں شہر کا معیار ہو گئے

واحد نظیر کے اس مجموعے میں صرف دو نعتیں غزل کی ہیئت میں نہیں ہیں۔ ایک نعت کا آہنگ گیت کا ہے۔ باقی سارا کلام غزل کی ہیئت میں ہے۔ غزل کی ہزار شیوگی سے کون انکار کر سکتا ہے مگر معاملہ جب نعت گوئی کا ہو تو یہاں جبریل کے پَر جلتے ہیں۔ اقبال کی بعض غزلوں میں جس طرح نعتیہ مضامین علاحدہ رنگ و آہنگ سے ڈھل کر ایک نئے لہجے کی تخلیق کرتے ہیں، واحد نظیر نے بھی اپنی نعتوں میں بیان کا ایک ایسا طرز ایجاد کیا جہاں ہماری غزل کی بہترین روایت اور انداز و اسلوب یا مزاج پورے طور پر نعت کا حصہ ہیں۔ یہ شاعر کی حیثیت سے بہت مشکل مرحلہ تھا اور راستوں میں کانٹے بچھے ہوئے تھے۔ کسی ایک پہلو سے شاعر سے کوتاہی ہوئی اور وہ خاک کا پتلا بن گیا۔ واحد نظیر انفرادی رنگ کے موجد ہیں۔ اس لیے اس خطرے کو انھوں نے آزمانے میں ہمت دکھائی۔ ذیل کے اشعار میں غزل اور نعت کس طرح شیر و شکر ہیں اور کیسے غزلوں اور نعت دونوں کی فضا یکجا ہو گئی ہے، اسے ملاحظہ کرنا چاہیے:

پتھروں کی خموشیاں تیری قمریوں کا بیاں ہے تیرے نام
مصحفِ شب کا منوّر ہوا صفحہ صفحہ ایسا مہتاب کی کرنوں نے لکھا نام ترا
جب نظر جانبِ دربارِ دگر جاتی ہے دل کی تسکین بغاوت پہ اتر جاتی ہے
یوں سمیٹے ہوئے گلہائے جہاں کی خوشبو حسبِ معمول صبا روز کدھر جاتی ہے
چشمِ تر ہے کہ نظیر اور فزوں تر دایم ورنہ چڑھتی ہوئی ندی بھی اُتر جاتی ہے
آنکھ بنجر ہوئی نظیر اب کے دل بچا ہے اسے لہو کر لے
آئینہ پھر دکھا گئے پتّھر پھر چلی ان کے نقشِ پا کی بات
چاند، سورج پر تصرّف اور کس کا ہے بتا تو مشاہدِ روزِ اوّل سے ہے اے چرخِ کبود

موم بن کر قدم کو چوما ہے — کوئی دیکھے سلیقہ پتّھر کا

کوئی موجِ شمیم اٹھے تری یادوں کے گلشن سے — خیالوں نے اسی امید پر دامن پسارا ہے

ریت پر ایوان کی تعمیر کے مصداق ہے — سر بلندی کی تمنّا ،ان کا اسوہ چھوڑ کر

بچایا ابر نے سورج کو شرم ساری سے — جدھر نبی گئے ،بن کر وہ شامیانہ گیا

نبی کا نام کوئی بھی اگر لے کیف و مستی میں — حیا سے پانی پانی غیرتِ ناہید ہو جائے

یاد جب بھی آئی ہے ہم کو مدینے کی نظیر — شمع کے مانند پلکیں اپنی اکثر ہو گئیں

روے زینب پہ نہ پڑ جائے نظر غیروں کی — مستقل چہرے پہ کرنوں کی ردا آتی تھی

ہجر طیبہ ہے اور شبِ تیرہ — طاقِ مژگاں ہے اور گھر کا چراغ

خاکِ پا ان کی منزلِ عشّاق — نقشِ پا ان کا رہ گزر کا چراغ

دل درِ نور سے ہے وابستہ — جلتا رہتا ہے چشم تر کا چراغ

آئے گلشن میں پھول زہرا کے — منہہ تکیں ،منہہ چھپا چھپا کے گلاب

میرے سرکار کا اندازِ کرم کیا کہنا — یہ وہ بارش ہے جو ہوتی ہے گھٹا سے پہلے

واحد نظیر کے اس پہلے نعتیہ مجموعے میں نپے تلے اشعار اور بیان کے سلیقہ مند اسالیب ہمیں متاثر کرتے ہیں۔ بحر کے تنوع کو بھی ہمیں توجہ میں رکھنا چاہیے۔ شاعر کی طبیعت ہر جگہ رواں نظر آتی ہے۔ مختصر مصرعے بھی الگ کیف میں ہمیں مبتلا کرتے ہیں اور بحر طویل کا لطف بھی نئے ذائقے سے آشنا کراتا ہے۔ شاعر ٹھہر ٹھہر کر، ایک ایک مرحلے میں ناپ تول کر اور اپنی تخلیقی قوت کو پہچان کر اس میدان میں اترا ہے۔ اپنے علم اور شعر گوئی پر اُسے اعتماد ہے مگر اتنا بھی بھروسہ نہیں کہ وہ احتیاط کا دامن چھوڑ دے۔ تیس برس کی مشق کے بعد شاعر اپنا پہلا مجموعہ پیش کر رہا ہے۔ یہ صنف شاعر کو یوں بھی سر جھکا کے حاضری کی مشق کراتی ہے۔ اس لیے واحد نظیر نے بھی کوئی دعوا پیش نہ کیا۔ دعوا ہے تو صرف غلامِ نبی ہونے کا۔ شوق ہے تو صرف مدّاحِ رسول ہونے کا اور عمر فاروق یا بلالِ حبشی یا حضرت حسین جیسے

جاں نثارانِ نبی جیسا بننے کا خواب۔ شاعری اگرچہ کسی نعت گو کا بنیادی مقصد نہیں ہوتی مگر واحد نظیر نے فنّی اعتبار سے اس سرمایے کو صحیفۂ ادب بنانے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ ''مدحت'' کی اشاعت کے بعد واحد نظیر کو اردو کے معتبر شعرا میں پہچان ملے گی اور انھیں اردو کی نعتیہ شاعری میں اپنی اختراعی خصوصیات کی وجہ سے اعلا مقام حاصل ہوگا۔

●●

پس منظر

واحد نظیر

نعت بہ معنی تعریف، مصدر ہے اور اس کی جمع نعوت ہے۔ اصطلاح میں ایسی تعریف کو نعت کہتے ہیں جو ذاتِ رسول سے منسوب ہو۔ یہ نحو کی ایک اصطلاح بھی ہے جو صفت کے مترادف ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نعت کہنے والے کو ''ناعت (نعت سے اسم فاعل) کہا ہے۔ لفظ نعت کو پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارکہ سے ادا ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح باب ''اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ'' میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی کا لڑکا خدمتِ رسول میں حاضر ہوا کرتا تھا، بیمار ہوا تو رسولِ اکرم اس کے گھر عیادت کو تشریف لے گئے۔ لڑکے کا باپ سرہانے بیٹھ کر تورات پڑھ رہا تھا، پیارے رسول نے اسے مخاطب کر کے فرمایا:

''....یَا یَھُوْدِیُ اُنْشِدُکَ بِاللّٰہِ الَّذِیْ اَنْزَلَ التَّوْرٰۃَ عَلٰی مُوْسٰی ھَلْ تَجِدُ فِی التَّوْرٰۃِ نَعْتِیْ وَصِفَتِیْ وَ مَخْرَجِیْ....''

ترجمہ: اے یہودی! میں تجھ کو اس خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں، جس نے حضرت موسیٰ پر تورات نازل فرمائی کہ کیا تو تورات میں میری نعت، میری صفت اور میرے مخرج کا تذکرہ پاتا ہے؟

یہودی نے تو نفی میں جواب دیا لیکن اس کے لڑکے نے خدا کی قسم کھا کر کہا میں توراۃ میں آپ کی نعت، آپ کی صفت اور آپ کے مخرج کا تذکرہ پاتا ہوں۔

اس حدیث پاک سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کی جو تعریفیں کیں انھیں خود رسول نے نعت سے موسوم فرمایا ہے، وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کارِ مستحسن ہے، جس کے آغاز کو خدا کی ذات سے نسبت حاصل ہے۔ اردو کے معروف شاعر مرزا غالب نے اسی نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے عجزِ بیان کا اعتراف اس طرح کیا ہے:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشیتم

کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس ذاتِ مبارکہ کی تعریف خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمائی ہو، اس کی تعریف ایک عام انسان کس طرح کرسکتا ہے اور اگر کرے بھی تو اس کی کیا وقعت ہے؟ اس سوال کی روشنی میں یہاں میں دو نکات کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا۔ پہلا نکتہ یہ کہ اپنے محبوب کی تعریف خدا نے کی ہے اور انسان اللہ کا خلیفہ ہے، اس لیے نیابت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان بھی رسول کی تعریف کرے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنا نائب بنا کر دراصل اسے اپنے محبوب کی مدحت کے قابل بنا دیا۔ چوں کہ مدحتِ رسول، اصل یعنی خدا کی ذات سے ہو چکی ہے اس لیے نائب اس میں کوئی جدت یا اضافہ تو نہیں کرسکتا بلکہ وہ محبوبِ خدا کی مدحت سرائی کر کے صرف اپنے اصل کی نیابت کا فریضہ انجام دینے کی سعادت ہی حاصل کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی تاریخ ان لوگوں کے دعوؤں سے تو شرمسار ضرور ہوتی رہی ہے جنھوں نے کبھی خدا ہونے کا دعویٰ کیا اور کبھی نبوت پانے کے دعویدار ہوئے لیکن ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ تاریخ کے کسی دور میں کسی نے مدحتِ رسول کا پورا پورا حق ادا کرنے کا دعویٰ کیا ہو۔ مولانا نعیم صدیقی کی مشہور تصنیف ''محسنِ انسانیت'' پر تقریظ لکھتے ہوئے مولانا ماہر القادری رقم طراز ہیں:

''کس کی مجال ہے جو خلاصۂ کائنات، فخرِ موجودات علیہ الصلوٰۃ

والتحیات کی مدحت سرائی اور سیرت نگاری کا حق ادا کر سکے۔ یہ غلط دعویٰ نہ کسی کی زبان سے نکل کر فضا میں پھیلا اور نہ کسی قلم نے اسے صفحۂ قرطاس پر ثبت کیا۔ اس بارگاہِ اقدس میں جس نے بھی لب کشائی کی تو اس کا مقصد حصولِ سعادت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔‘‘

حصولِ سعادت کا یہی وہ پاکیزہ جذبہ ہے جس سے سرشار ہو کر عہد نبوی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت کعب بن زہیر، حضرت کعب بن مالک، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت حسان بن ثابت اور حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین جیسے کبائر صحابہ کرام نے اپنی زبان، قلم اور کاغذ کو مرہونِ نعت کیا۔ یہاں تک کہ ابو طالب اور میمون بن قیس اعشیٰ جیسے معاصرینِ رسول نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت میں خلوص سے کام لیا۔

رسول کی حیاتِ ظاہری کے زمانے میں ایک بڑی تعداد ایسے شعرا کی بھی ملتی ہے جو ایمانی دولت سے مملو تو نہیں تھے لیکن ان کے مدحیہ اشعار سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اوصافِ رسول سے کس قدر متاثر تھے۔ عظمتِ رسول کے بالواسطہ اعتراف کا یہی وہ پہلو ہے جو ہر زمانے میں معجزہ بن کر روشن ہوتا رہا۔ ہر عہد، ہر ملک اور ہر مذہب میں پیارے مصطفیٰ کے مدحت سرا پیدا ہوتے رہے اور صبحِ قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ تفصیلات سے قطعِ نظر صرف ایک مثال کے ساتھ اس نکتے کو یہیں چھوڑتا ہوں کہ جرمن شاعر گوئٹے کی شہرہ آفاق نظم ’’نغماتِ محمدی‘‘ کا آزاد ترجمہ علامہ اقبال نے ’’جوئے آب کے‘‘ نام سے ’’پیامِ مشرق‘‘ میں شامل کیا۔

ظاہر ہے کہ یہ تمام باتیں نعت کی وسعت و مقبولیت کا ایک خام اشاریہ تو مرتب کرتی ہیں لیکن ان سے موضوعِ نعت کی وسعت پر روشنی نہیں پڑتی۔ بلا شبہ نعت کا موضوع اتنا وسیع ہے کہ اس کا تصور بھی محال ہے۔ مثال کے طور پر یہ اسلامی کلنڈر کا

چودہ سو چالیسواں سال ہے۔ آپ نے چودہ سو چالیس (۱۴۴۰) لکھا تو یہ اعداد کا ایک مجموعہ ہے لیکن جیسے ہی آپ نے اس پر ہجری کی ''ھ'' لگائی یہ اعداد کا مجموعہ نعت کے دائرے میں داخل ہو گیا۔ چوں کہ یہ ''ھ'' صرف ایک حرف نہیں بلکہ ہجرتِ رسول کے تاریخی واقعے کی علامت ہے۔ اسی طرح خدا خالق ہے یہ ایک حمد یہ جملہ ہے لیکن جب آپ نے خدا کی خلاقی پر غور و فکر شروع کیا تو گویا موضوعِ نعت کے دروازے پر دستک دے دی۔ اس لیے کہ غور و فکر کے اگلے مرحلے میں ہی یہ حقیقت آپ کے سامنے کھڑی ہوگی کہ اللہ کے خالق ہونے کا اعلان اس وقت تک نہ ہوا جب تک اس نے نورِ محمدی کی تخلیق نہیں فرمائی۔ موضوع کے حوالے سے یہ صرف اشارے ہیں ورنہ حق تو یہ ہے کہ یہ نکتہ فقط خالق و مخلوق تک ہی محدود نہیں بلکہ ساجد و مسجود، عبد و معبود اور اسمائے الٰہی کے تعلق سے بس پھیلتا ہی چلا جاتا ہے۔

نعت کے موضوع کی یہی وسعت اور حمد یہ موضوع سے قربت نعت گو شعرا کے لیے آسانیاں بھی فراہم کرتی ہے اور انھیں کڑی دشواریوں سے بھی رو برو کرتی ہے۔ آسانیاں اس طرح کہ موضوع کی گونا گونی شاعر کو احساس بے مائیگی کا شکار نہیں ہونے دیتی اور دشواریاں اس طرح کہ حمد یہ موضوع سے اس کی قربت شاعر کو سراپا محتاط رہنے پر قانع رکھتی ہے۔ یہ وہ نازک مرحلہ ہے جہاں زبان و بیان کے شہسواروں کی رفتار تھم جاتی ہے۔ یہ مرحلہ ایسے پل صراط کے مانند ہے کہ ذرا سا غلو قاب قوسین او ادنیٰ کی حدوں کو توڑ کر الوہیت کے دائرے میں ڈال سکتا ہے اور ذرا سی تنقیص دنیا و آخرت کے تباہ و برباد ہونے کی وجہ بن سکتی ہے۔ آیتِ قرآنی **لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی** کا شانِ نزول ہمارے پیش نظر ہے۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ نعت گوئی کے مرحلے اگر اس قدر دشوار گزار ہیں تو ایسے شعرا جن کے سینے میں عشقِ مصطفیٰ ٹھاٹھیں مار رہا ہو، کیا کریں؟ کیا اپنے جذبات اور قلبی واردات کو شعری پیکر میں ڈھالنے سے باز آجائیں؟ مدحتِ رسول اور ذکرِ رسول کو نظم کا پیکر نہ دیں اور اسے حوالۂ قرطاس کرنے سے اپنے قلم روک لیں؟ انھی پریشان کن سوالوں کا

حل حضرت شرف الدین ابوعبداللہ محمد بن زید المعروف بہ امام بوصیری کے اس شعر میں پوشیدہ ہے۔وہ کہتے ہیں:

دَ عْ مَـا ادَّعتُـہ‘ النَّصَـارىٰ فِیْ نَبِیِّہِمْ
وَحُـکُمْ بِمَا شِئتَ مَدْ حاً فِیْہِ وَاحْتَکِمْ

ترجمہ: صرف وہ بات چھوڑ دو،جس کا دعویٰ نصرانیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کیا ہے،اس کے بعد جو تمھاراجی چاہے،حضور کی مدح میں کہواور جوحکم چاہولگاتے جاؤ۔

معلوم یہ ہوا کہ نعت گوئی کے لیے بیانِ مضمون کا ایک بڑا ادب ، اسرائیلی روایات سے احتراز ہے،اُس طورِ تفحص سے احتراز جس کا سفر تثلیث کی وادی تک پہنچا دیتا ہے۔امام بوصیری کے اس شعر میں نعت کے موضوع کی تعیین بڑی خوبصورتی سے کی گئی ہے۔یہ درست ہے کہ مدحتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ممکنات اوراس کی حدیں انسان کی فکری دسترس سے باہر ہیں لیکن یہ ایک تاریخی سچائی ہے کہ عہدِ نبوی سے تا حال ہر موزوں طبع عاشقِ رسول نے کچھ نہ کچھ نعتیہ اشعار ضرور کہے ہیں۔ان اشعار کے موضوع کی دو قسمیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ایک قسم تو وہ ہے جس میں شاعر نے اپنے داخلی جذبات و کیفیات کو بارگاہِ مصطفیٰ میں پیش کیا ہےاور دوسری قسم وہ ہے جس میں مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اوراس کے متعلقات منظوم ہوئے ہیں۔موضوع کی یہ تقسیم وسیع تناظر میں پیش کی گئی ہے، ورنہ ایمان کی بات یہ ہے کہ نعت میں پیش کیے گئے موضوعات کوعنوان دیا جائے تو دفتر کے دفتر وجود میں آجائیں۔

داخلی جذبات کے تعلق سے آرزو، استغاثہ، اظہارِ عشق ومحبت یا قلبی واردات ،مدینے سے جغرافیائی دوری کے احساسات جیسے موضوعات شامل ہیں۔جب کہ حیاتِ رسول اورسیرت وشمائل کے حوالے سے حالاتِ ماقبلِ ولادت، بشارتِ ولادت، ولادتِ باسعادت، رضاعت، یتیمی ، نبوت، رسالت ، خطابت، فصاحت، بلاغت، اخلاق، اوصاف، خصائل، معراج، ہجرت، غزوات، معاہدے، شرافت، نجابت، سخاوت، شفقت، عدل، صداقت، امانت ،للّٰہیت ،انکساری ، مزاج، حسن و جمال، گفتار، رفتار، تبسم، وضع،

رخسار، گیسو، قد، ملبوسات، اسلوبِ کلام، ماکولات، مشروبات ، شجاعت، عزم واستقلال،شعرفہمی، نقدوتبصرہ، معجزات، دعوت نامے، خاندانی شرف، انبیا میں فضیلت، اہل وعیال وغیرہ، اسی طرح متعلقات میں گنبدِ خضریٰ، سنہری جالیاں، حریری پردے، سنگِ درِاقدس، مدینہ منورہ کا جغرافیہ، اس کی تاریخ، بہارِ مدینہ وغیرہ نعت کے موضوعی عناصر ہیں۔

مقصدیت کے اعتبار سے نعت کا یک گونہ رشتہ صنفِ قصیدہ سے قائم ہوتا ہے۔ چوں کہ نعت میں رسولِ آخرالزماں کی تعریف مقصود ہوتی ہے اور قصیدے میں بادشاہ یا دیگر شخصیتوں کی تعریف۔ لیکن فنی تقاضے دونوں کے مختلف ہیں۔ قصیدے کا مزاج یہ ہے کہ غلواور مبالغہ آرائی بسا اوقات دروغ گوئی کی سرحدوں کو بھی چھونے لگتی ہے پھر بھی اسے شاعر کے فنی کمال سے تعبیر کیا جاتا ہے جب کہ فنِ نعت گوئی اس کا متقاضی ہوتا ہے کہ حقیقت کے بیان میں یک سرِ موفرق واقع نہ ہونے پائے۔ علاوہ ازیں طمطراق، طنطنہ، شکوہِ لفظی اور زور بیان قصیدے کے فن کو حرارت بخشتے ہیں اور نعت میں یہی خصوصیات فنی نقص میں شمار ہوجاتی ہیں چوں کہ نعت میں زورِ بیان نہیں سنجیدگی اور متانت درکار ہوتی ہے۔ ''عرفی مشتاب ایں رہِ نعت ست نہ صحرا'' میں ''مشتاب'' کہہ کر عرفی نے اسی سنجیدگی اور متانت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ گویا قصیدہ اور نعت مقصدیت کے اعتبار سے مشترک ہونے کے باوجود لفظیات اور لہجے کی سطح پر بالکل مختلف ہیں۔ عرفی کے ایک مشہور نعتیہ قصیدے کا شعر ہے:

ہشدار کہ نتواں بہ یک آہنگ سرودن
نعتِ شہِ کونین و مدیحِ کی وجم را

گویا لفظیات اور لہجے کے انتخابی مراحل میں نعت گوشعرا کو یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ سلطانِ انبیا اور دنیوی سلاطین کی مدحت میں بیّن فرق ہے۔ وہ الفاظ واصطلاحات جو کسی فرد کے لیے مخصوص ہوں نعتیہ افکار کا پیرایۂ اظہار نہیں بن سکتے۔ یہی حکم لہجے اور پیش کش پر بھی صادر ہوتا ہے۔ فلمی گیتوں کے طرز پر نعتِ نبی کا پڑھنا اور لکھنا اسی لیے درست نہیں۔ بیان واظہار کا یہ محتاط رویہ جہاں نعتِ رسول کو عمومیت سے پاک رکھنے میں معاون ہوتا ہے

وہیں ذکرِ الوہیت کے خصوصی دائرے میں داخل ہونے سے بھی بچاتا ہے۔ میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ جادۂ نعت کے مسافر درحقیقت نیابتاً اللہ کی ہی حمد وثنا کے سفر میں ہوتے ہیں ان کا فکری اور فنی امتیاز اسی صورت میں باقی رہ سکتا ہے جب کہ ان کی شعری کاوشوں میں توحید ورسالت کا فرق نمایاں طور پر موجود ہو۔ خالق ومخلوق کے امتیاز کا شعور کسی بھی مرحلے پر کم نہ ہونے پائے اور ہر ہر لمحہ عقیدت کے ساتھ عقیدے کا ہوش باقی رہے۔

عقیدت اور عقیدہ دراصل یہی وہ دو چیزیں ہیں جن کے اظہار میں سلامت روی سے گزر جانا نعت کہنے کے فن سے حتی المقدور عہدہ برآ ہونے میں کامیابی پانے کے مترادف ہے۔ اگر عقیدتوں کا بیان ہو تو فنی لحاظ سے نعت کے شاعر کی کامیابی یہ ہے کہ اس کا بیان و اظہار قاری پر بھی عقیدت و التجا کی وہی کیفیت طاری کردے جس سے شاعر دوچار ہوا ہے اور پڑھنے والوں کے دلوں میں بھی وہی آرزوئیں مچلنے لگیں جن آرزوؤں اور تمناؤں نے شاعر کو ماہیِ بے آب بنا رکھا ہے۔ اگر نعتیہ شاعری میں عقیدوں کا بیان ہو تو فنی لحاظ سے شاعر کی کامیابی یہ ہے کہ اس کا بیان لفظی تلمیحات کا مرہونِ منت ہوئے بغیر فکری طور پر قاری یا سامع کو نہ صرف اس عقیدے کی تہہ تک پہنچادے بلکہ اس کے افہام میں معاون اور استحکام میں اضافہ کا سبب بن جائے، جس عقیدے سے وابستگی نے اسے متعلقہ شعر کہنے کا ذہن بخشا ہے۔ اگر عقیدتوں کے بیان میں شاعر کے لیے یہ بات کسی آفت سے کم نہیں کہ ہوشیاری کا دامن اس کے ہاتھوں سے چھوٹنے لگا ہو تو یقیناً عقیدوں کے بیان میں بھی یہ بات ایک بڑی افتاد کے مصداق ہی قرار پائے گی کہ اس کی صحت کسی بھی جہت سے مجروح ہوگئی ہو۔ خود شاعر کی نوکِ قلم سے اس کے اپنے عقیدے پر نشتر لگ گیا ہو اور اسے خبر بھی نہ ہوئی ہو۔ یا اعتقادیہ کے بیان میں ایک قسم کی رمزیت آگئی ہو۔ ایسی رمزیت جو مذہب کو یا تو فرقۂ باطنیہ میں تبدیل کردیتی ہے یا پھر طرح طرح کی تاویل وتوجیہہ کے دروازے کھول دیتی ہے۔ 'وہی جو مستویِ عرش ہے خدا ہوکر' جیسے اشعار سے جو علمی قضیے وجود میں آئے ان سے نعتیہ ادب کا مطالعہ رکھنے والے بہ خوبی واقف ہیں۔ دوسری جانب عظمتِ رسول کی تخفیف کرنے والے شعرا کی تعداد بھی کم نہیں اعتقادیہ کے

بیان میں مبالغہ اور تخفیف دونوں ہی ایمان کے لیے خطرناک ہیں۔

حالؔی کی نعت ''وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا'' ہم میں سے کس کو یاد نہیں۔ لیکن اسی شاعر کا جب یہ شعر سامنے آتا ہے کہ:

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم

تو پھر صاف پتا چل جاتا ہے کہ اعتقادیہ کی شکوخیدگی نے کیا گل کھلائے ہیں اور شاعر نے کس طرح یہ عقیدہ نظم کر دیا ہے کہ رسول پاک نبیِ مختار نہیں، نبی مجبور ہیں۔ یہاں نعتیہ شاعری میں عقیدوں کے بیان کی مختلف کیفیات کو سامنے لانا یا ان مثالوں کی طرف جانا مقصود نہیں، جن میں عقیدۂ اوتاریہ اور نعوذ باللہ ''نبی مجبور'' جیسے عقیدے کی پیش کش ہوئی ہے، بلکہ یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ عقیدوں کی پیش کش میں حزم واحتیاط نہ ہو تو نعتیہ شاعری ایمان کے لیے خطرہ بن جاتی ہے۔ عقیدوں کی پیش کش میں فنی مرتبے کا ایک اوسط حال تو یہ ہے کہ لفظی تلمیح برجستہ آئی ہو اور اس سے بھی بلند درجہ یہ ہے کہ معنوی تلمیح سے صحیح عقیدے کی طرف قابلِ فہم نشاندہی ہوگئی ہو۔ ایسی نشاندہی جس میں روحِ قرآنی جھلک رہی ہو۔ اگر شاعر پیارے مصطفیٰ کا سراپا بیان کر رہا ہو تو شانِ تخیل بے لگام نہ ہو بلکہ شمائل نبوی کے مضامین اس کے موید ہوں۔ مزید ایک بات برسرِ تذکرہ عرض کرنا چاہوں گا کہ آج کی نعتیہ شاعری میں عصری حسیت کو بھی مختلف نہجوں سے برتا جارہا ہے۔ عالمی منظر نامے پر اہلِ اسلام کی جو کربناک تصویریں ابھر رہی ہیں انھیں دیکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اظہار غیر فطری بھی نہیں۔ اپنا حال سنانے کے لیے محبانِ رسول کے سامنے خدا و رسول کی بارگہ سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں ہوسکتی ہے۔ لیکن یہ احتیاط ضروری ہے کہ عصری حسیت کو بیان کرتے ہوئے آدابِ نعت کا دامن ہاتھوں سے چھوٹنے نہ پائے کیونکہ حالِ زمانہ کو پیش کرتے ہوئے غلو کا سہارا لینا گویا نبی کے دربار میں غلو کے ساتھ باتیں کرنا ہے۔

نعت کے فن پر باتیں کرتے ہوئے مختلف ہیئتوں کے استعمال کا معاملہ بھی سامنے آتا ہے۔ نہ صرف سرحد پار بلکہ خود ہمارے ملک میں بعض شعرا نے گیت اور دوہے کی

شکل میں نعتِ نبی لکھا ہے اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ظاہر ہے کہ کسی زبان میں یا کسی ادب کے قواعد وضوابط اور آئین واصول کی رعایتوں کے ساتھ نعت گوئی پر کوئی قید اور کوئی قد غن نہیں ۔نبی کی امت میں صرف مرد ہی نہیں عورتیں بھی شامل ہیں اور اپنے نبی سے عقیدت ومحبت کا اظہار وہ کرتی ہیں اور کر بھی سکتی ہیں۔اس سلسلے میں اصل چیز بس یہ ہے کہ قریب المفہوم الفاظ واصطلاحات کے استعمال کا خصوصی دائرہ قائم رہنا چاہیے۔اس بات کو قدرے وضاحت کے ساتھ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ کسی زبان، کسی ادب اور کسی شعری ہیئت کے نام پر جہاں معنیاتی لحاظ سے الفاظ کے استعمال میں اس کی سرگذشت، تداولی کیفیت اور تمدنی ثقافت پر نظر رکھنا ضروری ہے وہیں یہ بھی لازم ہے کہ ایسی قریب المفہوم اصطلاحوں کے استعمال میں ترادف کے لحاظ سے کوئی سمجھوتہ نہ ہو جن کا تعلق اعتقادات سے ہے یا جو اعمالیات میں بہمہ وجود ممتاز و شناختہ ہیں۔کیوں کہ اس احتیاط کے بغیر نعت کے فن کو بھگتی گیتوں کی فضا کے غلبے سے بچانا ناممکن ہے۔

موضوعِ نعت پر اس مختصر گفتگو کے بعد یہ حقیقت روشن ہے کہ نعت گوئی خالص مقصدی شاعری سے عبارت ہے۔اہلِ نظر جانتے ہیں کہ کوئی بھی شعری تخلیق دو ہی نظریے کے تحت وجود پذیر ہوتی ہے۔ایک شاعری برائے شاعری اور دوسرا شاعری برائے زندگی ۔شاعری برائے شاعری خالص تفریحی اور شعری جمالیات کا آئینہ ہوتی ہے۔ جب کہ شاعری برائے زندگی مقصدیت کی حامل ہوتی ہے۔ظاہر ہے پہلے نظریے کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔گرچہ شعری حسن کاری کے مظاہرے کا موقع اس میں زیادہ ہے۔

اب نعت گو شعرا کے سامنے صرف شاعری برائے زندگی یعنی مقصدی تخلیق کا ہی میدان بچ جاتا ہے۔ایک ایسا میدان جہاں شعریت یا شعری استعداد کے جوہر دکھا پانا آسان نہیں۔گویا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شعریت اور شریعت دونوں کے تقاضوں کو بہ حسن وخوبی نباہ پانا ایک بڑا فن کار ہونے کا ثبوت ہے۔مثلاً چودھویں کے چاند کو دیکھ کر ایک شاعر کا تخیل چہرۂ مصطفیٰ کی تابانیوں تک رسائی حاصل کرتا ہے اور اسی چاند کو دیکھ کر ایک شاعر کی فکری پرواز انگشتِ مصطفیٰ کی عظمتوں کے آسمان میں گم ہو جاتی ہے۔اس

طرح نعت گوئی کی سعادت تو دونوں کو حاصل ہوئی لیکن غور وفکر سے یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ دونوں کی فکری سطح، ادراک وعرفان، احتیاط کے رویّے یہاں تک کہ عشق ومحبت کے تقاضے میں بھی بہت فرق ہے۔

چاند اور چہرۂ مصطفیٰ کا تصور جمالِ رسول کا اظہار ہے، جب کہ چاند اور انگشت کا تصور کمالِ مصطفیٰ کا آئینہ دار۔ایک کا تعلق تشبیہہ سے ہے اور دوسرے کا تلمیح سے۔ایک نے عکس کو دیکھا اور نقش تک پہنچنے کی کوشش کی اور دوسرے نے واقعہ کو دیکھا اور اثر تک یا صاحبِ واقعہ تک رسائی کی کوشش کی۔رسول اور صحابہ کے جھرمٹ کو ہم چاند تاروں سے تشبیہہ تو دے سکتے ہیں لیکن تشبیہہ کا مفہوم یہ نہیں ہوگا کہ آقا کا چہرہ واقعتاً چاند جیسا ہے یا چاند واقعتاً آقا کے چہرے جیسا ہے، کیوں کہ رسول کی ذات لاثانی ہے اور لاثانی کی مثال نہیں ہوتی۔

یہ نکات واشارات اپنی جگہ لیکن یہ حقیقت ہے کہ فکری وفنی حزم واحتیاط اور خلوص کے ساتھ نعت لکھنا، پڑھنا اور سننا عینِ عبادت ہے۔نیز اعتقاد کی صداقت اور موضوع کی حقانیت اس کی بنیادی شرط ہے۔لہٰذا حقائق کو منظوم کرتے ہوئے حد درجہ احتیاط لازمی ہے جب کہ عقیدتوں کے بیان میں خودسپردگی، سرشاری اور خلوص ضروری ہے۔ چوں کہ نعت صرف شعری ذوق کی تسکین کا سبب نہیں ہوتی بلکہ یہ اسلام اور بانیِ اسلام کی تاریخ، حیاتِ مومن کا لائحہ، شاعر کے ایمان وایقان کا مظہر اور قرآن واحادیث کی تفہیم کا آئینہ بھی ہوتی ہے۔اس طرح نعتیہ شاعری کے تخلیقی عمل میں ذراسی بے احتیاطی ایمان کو کس طرح نقصان پہنچا سکتی ہے، اس کا اندازہ لگانا دشوار نہیں۔ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زمین وآسمان کی کسی بھی حقیقت پہ پہلا حجاب حمد کا ہے کہ ہر شے کی تخلیق خدا نے فرمائی ہے اور دوسرا حجاب نعت کا ہے کیوں کہ ہر شے کی تخلیق کا باعث ذاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔**لولاک لما خلقت الافلاک** اسی حجاب کی تصدیق ہے۔

●●

تشکّر نامہ

نعت گوئی عبادت ہے اور عبادت کی تائید بھی عبادت۔

مِدحت کی تائید میں:

والدِ گرامی جناب محمد بندھو بخش کی دعائیں

پروفیسر صفدر امام قادری کی گراں قدر تحریر

ڈاکٹر ظفر کمالی کے مخلصانہ مشورے

جناب محمد مختار علی ملتانی کی سرورق ڈیزائننگ

شریکِ حیات ڈاکٹر شاہدہ خانم، دل و جاں اریبہ نظیر اور طٰہٰ نظیر کی محبتیں شامل ہیں۔

ناعتِ اوّل خداوند کریم 'مِدحت' کو قبول فرمائے اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کے لائق بنادے۔

میرے لیے اور تمام مویّدین و قارئین کے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین

واحد نظیر

مکتبۂ صدف کی تازہ مطبوعات

نازقادری کی ادبی خدمات کا تنقیدی مطالعہ: شمشاد فاطمہ	200/-
اردو اصنافِ ادب: تنقید و تحقیق کی نئی جہتیں صفدر امام قادری	175/-
عرض داشت [صفدر امام قادری کے کالموں کا انتخاب] محمد صابر رضا رہبر مصباحی	350/-
مسافتِ ہجر [انتخاب] طارق متین	150/-
جاوید دانش: ادبی شناخت مرتّبہ شہاب الدین احمد	300/-
تھوڑی سی آوارگی [سفرنامۂ ہند]: مہتاب قدر	200/-
رامائن اور مہابھارت کے منظوم اردو تراجم : گلزیدہ خان	200/-
تقسیم ملک کا ادب اور دوسرے مضامین : افشاں بانو	250/-
ادب اور سماج کی نئی جہتیں [ادبی اور تنقیدی مضامین] ڈاکٹر ظفر امام	250/-
ادبی متن کی تعبیر و تشریح کا فن: مرتّبہ نوری بانو	300/-
تانیثیت: چند مباحث: سعیدہ رحمان	200/-
سلسلۂ مطالعۂ نثر [تنقید و تحقیق]: سعیدہ رحمان	200/-
باغ و بہار: اردو نثر کا سنگِ میل: مرتّبہ محمد مرشد	200/-
ناول امراو جان ادا: ادبی قدر و قیمت: مرتّبہ محمد سجاد حسین	200/-
اردو درس و تدریس کے مسائل: مرتّبہ مشرف عالم	200/-
اشرف قادری کی شعری کائنات : مرتّبہ نکہت پروین	200/-
شاہدہ کے خطوط [ناول اور افسانے]: اشرف قادری مرتّبہ ڈاکٹر محمد زاہد الحق	180/-
کلیاتِ مظفر حسین عظیم آبادی تدوین و تقدیم: ڈاکٹر واحد نظیر	249/-

MIDHAT

Poetry collection (Naat)

by : Wahid Nazeer

نام : عبدالواحد

قلمی نام : واحد نظیر

ولدیت : محمد بندھو بخش

ولادت : ۱۲/اپریل ۱۹۶۸ء

تعلیم : ایم۔اے، ایم۔ایڈ، پی ایچ۔ڈی

مشغولیت : درس وتدریس (اسسٹنٹ پروفیسر)

اکادمی برائے فروغ استعدادِ اردو میڈیم اساتذہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

ادبی مشغلہ : تحقیق، تنقید، شاعری

تصانیف :

(۱) اسلحے، سکے اور ڈاک ٹکٹ میں اسلامیات: تحقیق و تجزیہ (۲۰۰۳ء)

(۲) رونق اور کلامِ رونق (۲۰۰۷ء)

(۳) رضا شناسی (۲۰۰۸ء)

(۴) عرفانِ امین (۲۰۰۹ء)

(۵) تذکرۂ ملک العلما (۲۰۱۰ء)

(۶) معارفِ قاضی فضلِ کریم (۲۰۱۰ء)

(۷) مکارمِ مسیحِ ملت الموسوم بہ نشترِ ذیشان (۲۰۱۱ء)

(۸) فیضانِ حضور اشرفی (۲۰۱۱ء)

(۹) ارمغانِ علامہ ارشد (۲۰۱۲ء)

(۱۰) ادب کشا (مجموعۂ مضامین) (۲۰۱۵ء)

(۱۱) کلیاتِ مظفر حسین عظیم آبادی (۲۰۱۶ء)

(۱۲) مدحت (۲۰۱۸ء)

اعزاز و انعام

(۱) حب الوطنی، نظم نویسی (۱۹۹۸ء) پہلا انعام

(۲) نعرہ نویسی مقابلہ (۱۹۹۸ء) پہلا انعام

[دونوں مقابلے منسٹری آف کلچر، حکومتِ بنگال و بہار کے زیرِ اہتمام منعقد کیے گئے تھے]

(۳) مغربی بنگال اردو اکادمی ایوارڈ (۲۰۰۳ء) پہلا انعام

(۴) بہار اردو اکادمی ایوارڈ (۲۰۰۳ء) پہلا انعام

[دونوں ایوارڈ کتاب 'اسلحے، سکّے اور ڈاک ٹکٹ میں اسلامیات' پر دیے گئے۔]

(۵) شاد عظیم آبادی ایوارڈ، نوشکتی نکیتن، پٹنہ (۲۰۱۱ء)

(۶) امام احمد رضا ایوارڈ، برکاتِ رضا فاؤنڈیشن، ممبئی (۲۰۱۱ء)

(۷) قاضی عبدالودود ایوارڈ۔۲۰۱۱ء بہار اردو اکادمی، پٹنہ

(۸) شہید ملت ایوارڈ، برائے نعتیہ شاعری، دربارِ ربانی، جبلپور (۲۰۱۳ء)

(۹) وقارِ سخن ایوارڈ، بزمِ شیدائے ادب، متھرا، اتر پردیش (۲۰۱۳ء)

(۱۰) بزم صدف نئی نسل عالمی ایوارڈ، بزمِ صدف انٹرنیشنل، قطر (۲۰۱۶ء)

(۱۱) ادب خلیج ایوارڈ، اردو گلبن، جدہ، سعودی عرب (۲۰۱۶ء)

(۱۲) فروغِ اردو عالمی ایوارڈ، انجمن فروغِ اردو ادب، کویت (۲۰۱۶ء)

(۱۳) بہار اردو اکادمی انعام برائے کتاب 'ادب کشا' (۲۰۱۶ء)

رابطہ

ڈاکٹر واحد نظیر

اکادمی برائے فروغِ استعدادِ اردو میڈیم اساتذہ

نوم چامسکی کمپلیکس، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵

موبائل 09990386833

ای میل: wahidnazeerjmi@gmail.com

creativestar PUBLICATIONS

Jamia Nagar, New Delhi-110025

+91 9958380431 +91 8851148278

ISBN : 9789387884557

مکتبۂ صدف MS

Maktaba-e-Sadaf(The Publication Unit of Bazm-e-Sadaf International)